عادل اسیر دہلوی

کوئی درویش نہیں ملا

ایک بادشاہ کو خدا کے نیک بندے اور پارسا لوگوں سے بے حد عقیدت تھی۔ ایک مرتبہ اس نے اپنی کسی منت کی تکمیل کے عوض میں ایک مخصوص رقم فقراء اور درویشوں میں تقسیم کرنے کا عہد کیا۔ خدا کے حکم سے اس کا مقصد بر آیا تو اس نے عہد کے مطابق مقررہ رقم کی تھیلی ایک غلام کو دی تاکہ وہ درویشوں میں تقسیم کر دے۔

غلام نہایت عقل مند اور ہوشیار تھا۔ روپیوں کی تھیلی لے کر سارے دن گھومتا رہا اور رات کے وقت واپس لوٹ آیا۔ پھر ادب سے بادشاہ کے سامنے روپیوں کی تھیلی رکھتے ہوئے بولا: "حضور میں نے سارے دن درویشوں کو تلاش کیا مگر کامیابی نہیں ملی۔"

بادشاہ نے حیران ہو کر کہا: "جہاں تک مجھے معلوم ہے اس شہر میں سینکڑوں درویش رہتے ہیں لیکن تجھے ایک بھی نہیں ملا۔"

غلام نے جواب دیا: "بادشاہ سلامت دراصل جو درویش ہے وہ روپے لیتا نہیں اور جو لینے کے لیے تیار ہے وہ درویش نہیں ہے۔"

بادشاہ نے ہنس کر کہا: "جس قدر مجھے درویشوں اور فقیروں سے عقیدت ہے اور ان کی بزرگی کا اقرار ہے اس شریر کو ان لوگوں سے اسی قدر عداوت ہے اور حق تو یہ ہے کہ سچا یہی ہے۔"

کم ظرف پہلوان

ایک پہلوان نہایت غصے کی حالت میں تھا اس کے منہ سے جھاگ نکل رہے تھے۔ کسی شخص نے پوچھا: "کیا بات ہو گئی جو یہ پہلوان آپے سے باہر ہو رہا ہے۔"

ایک آدمی نے جواب دیا: "کسی نے اس کو گالی دی ہے۔"

اس نے کہا: "یہ کم ظرف ہزار من کا بوجھ تو اٹھا سکتا ہے لیکن ایک گالی برداشت کرنے کی طاقت نہیں۔"

اپنے نفس سے عاجز کم ظرف کے لیے بہادری کا دعویٰ بے کار ہے کیونکہ وہ عورت کے برابر ہے۔ کسی کے منہ پر گھونسا مارنے میں بہادری نہیں بلکہ منہ میٹھا کرنے میں ہے۔ آدم کی اولاد خاک سے پیدا ہوئی ہے اگر اس میں خاکساری نہیں تو وہ آدم کی اولاد کہلانے کے لائق نہیں۔

پیغمبروں کی میراث

مصر میں دو بھائی رہتے تھے ایک نے علم حاصل کیا اور دوسرے نے دولت کمائی۔ آخر کار علم حاصل کرنے والا بھائی ایک بہت بڑا عالم بننے میں کامیاب ہو گیا اور دولت کا شیدائی ترقی کرتے کرتے مصر کے بادشاہ کا وزیر بن گیا۔

ایک دن مالدار بھائی نے غریب بھائی کو طعنہ دیتے ہوئے حقارت آمیز انداز میں کہا: "دیکھ میں ترقی کر کے وزارت کے عہدے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا مگر تو وہی فقیر کا فقیر رہا۔"

غریب بھائی نے جواب دیا: "مجھ پر تجھ سے زیادہ اللہ نے احسان کیا ہے کیونکہ اس نے مجھے علم عطا کیا ہے جو پیغمبروں کی میراث ہے تو نے جو حاصل کیا ہے وہ

(باقی صفحہ ۳۴ پر)

بیادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

جلد نمبر ۴۳ — جنوری ۱۹۹۹ء — شمارہ نمبر ۱

Ph. 270406

ایڈیٹر: — محمد حمزہ حسنی

معاونین: — امامہ حسنی ٭ میمونہ حسنی

اسحاق حسینی ندوی ٭ جعفر مسعود حسنی ندوی

سالانہ چندہ

- ٭ برائے ہندوستان: — ۹۰ روپے
- ٭ غیر ملکی ہوائی ڈاک: — ۲۵ امریکی ڈالر
- ٭ فی شمارہ: — ۸ روپے

نوٹ: ڈرافٹ پر 'RIZWAN MONTHLY' لکھیں۔

ماہنامہ 'رضوان' ۱۸۲/۵۴ محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کے لئے نظامی آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان، محمد علی لین سے شائع کیا

اپنی بہنوں سے
کتاب ہدایت
حدیث کی روشنی
نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم
لوگ آگ سے ڈرتے ہیں لیکن...
اسلام دین رحمت ہے
حب جاہ کا مرض اور اس کا علاج
میری تعلیم اور مطالعہ
شروع اللہ کے نام سے
سنت رسولؐ سرچشمۂ ہدایت
اسی کے سہارے
جرأت ایمانی کی پیکر حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ
حضرت شاہ فرید الدین بغدادیؒ
رشوت ایک بڑھتا ہوا ناسور
سوال جواب
ازبکستان جاگ رہا ہے
یورپ میں عیسائیت
گھریلو نسخے
عید سعید (نظم)
بچوں کا گوشہ

مدیر
مولانا محمد منظور نعمانی
امۃ اللہ تسنیم
—
حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
حضرت مولانا محمد یوسف بنوری
مولانا قاضی محمد طیب
خیر النساء بہتر
مولانا محمد عثمانی
محمد صدیق فضل
امۃ اللہ تسنیم
محمد کبیر احمد
مولانا حفظ الرحمان
مفتی محمد عمر فاروق
مفتی راشد حسین ندوی
—
مولانا ثمیر الدین قاسمی
عائشہ جمال
مولانا محمد جنید ہارگامی
عادل اسیر دہلوی

۳
۴
۶
۸
۹
۱۲
۱۵
۱۷
۲۰
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۹
۳۴
۳۵
۳۷
۳۹
۲۹
۴۰

اپنی بہنوں سے

مدیر

رمضان المبارک کا ایک عشرہ گزر گیا دوسرا اور تیسرے عشرہ کی بہار باقی ہے لیکن ان لوگوں کے لیے جو اس کی قدر کر سکیں اور ایک ایک لمحہ کو غنیمت جان کر اس کو وصول کر لیں۔

رمضان المبارک میں عبادات کے ساتھ ساتھ اپنے مفلوک الحال رشتہ داروں پڑوسیوں اور عام مسلمانوں کی ہمدردی کریں ان کے ساتھ حسن سلوک کریں اور جہاں تک ممکن ہو ان کی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کریں اسی کے ساتھ ان دینی اداروں کی بھی امداد زیادہ سے زیادہ کریں جو اسلام اور مسلمانوں کی خدمت انجام دے رہے ہیں کیونکہ یہ مہینہ ہمدردی، غم خواری کا مہینہ ہے اور اس پر بڑے ثواب اور انعام کا وعدہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں جس طرح عبادات میں کثرت فرماتے تھے اسی طرح صدقات، خیرات اور حسن سلوک میں بہت خرچ فرماتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں اور بھی زیادہ سخاوت کرتے تھے حضرت جبرئیل علیہ السلام رمضان میں ہر رات آپ سے ملاقات کرتے اور آپ سے قرآن کے دور کرتے تھے تو جب جبرئیل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے تو آپ تیز ہوا سے زیادہ سخاوت فرماتے۔ (بخاری و مسلم)

یہ ہم پر فریضہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلیں تبھی کامیابی ہمارے قدم چومے گی

مولانا محمد منظور نعمانی

اخلاق حسنہ

اور سورۂ مائدہ کے آخری رکوع میں قیامت کے دن کے بارے میں ارشاد ہوا ہے:

هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (مائدہ ع-۱۶)

یہ وہ دن ہے کہ نفع دے گا صادقین کو یعنی سچوں کو ان کا صدق اور ان کی راست بازی ان کے لیے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ان کا اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے خوش، یہ بڑی عظیم الشان کامیابی ہے۔

قرآن مجید نے صادقین کو مغفرت وجنت اور اجر عظیم اور رضائے الٰہی کی یہ روح پرور بشارتیں سنا کر دراصل ایک خاص انداز سے صدق وسچائی کی نہایت موثر دعوت اور دلکش ترغیب دی ہے۔

وفائے عہد

عہد کا پورا کرنا بھی دراصل صدق اور سچائی ہی کی ایک خاص شکل ہے بلکہ قرآن مجید میں بعض مقامات پر تو اس کے لیے صدق ہی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

سورۂ احزاب میں ارشاد ہے:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ (احزاب ع-۳)

ایمان والوں میں کچھ لوگ وہ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا تھا اس میں وہ سچے اترے۔

اس آیت میں وفائے عہد کو صدق ہی کے لفظ سے ادا کیا گیا ہے۔ بہرحال یہ صدق ہی کی ایک خاص قسم ہے لیکن قرآن مجید میں چونکہ اس کا مطالبہ وفائے عہد اور وفائے عقد کے مستقل عنوان سے کیا گیا ہے اس لیے ہم نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ اس سلسلہ کے قرآن مجید کے ارشادات کو مستقل عنوان کے ذیل میں ذکر کریں۔

سورۂ مائدہ کی سب سے پہلی آیت جس سے یہ سورت شروع ہوتی ہے سنیے، ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (مائدہ ع-۱)

اے ایمان والو! تمھارے جو عہد معاہدے اور جو معاملے ہوں ان کو پورا کرو۔

اور سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا گیا ہے:

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا (بنی اسرائیل ع-۲)

عہد کو پورا کرو، یقیناً عہد کے بارے میں (قیامت کے دن) پوچھ گچھ ہوگی۔

وفائے عہد کی اس صریح دعوت وتعلیم اور اس طرح کے سیدھے اور براہ راست مطالبے کے علاوہ اس کی ترغیب قرآن مجید میں اس طرح بھی دی گئی ہے کہ عہد کو پورا کرنے والوں کو جابجا جنت کی اور اخروی فوز وفلاح کی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی بشارت سنائی گئی ہے۔

سورۂ بقرہ کے بائیسویں رکوع کی ان آیات کا تذکرہ ابھی اوپر صدق کے بیان میں ہوچکا ہے جن میں اللہ تعالیٰ کے نیک اور متقی بندوں کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں وہاں ایک خاص وصف اُن کا یہ بھی بیان ہوا ہے۔

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا (بقرہ ع-۲۲)

اور وہ بندے جو پورا کرنے والے ہیں اپنا عہد جب وہ عہد کریں۔

اسی طرح سورۂ مومنون کے شروع میں جہاں فلاح پانے والے اہل ایمان کے اوصاف واخلاق بیان کیے گئے ہیں وہاں ایک خاص وصف ان کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (المومنون ع-۱)

اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس لحاظ رکھتے ہیں۔

اور سورۂ معارج میں جہاں جنتی مسلمانوں کے اوصاف کا کسی قدر تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے وہاں بھی ان کی اس صفت کو بالکل انھیں الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔ (معارج ع-۱)

قرآن مجید نے وفائے عہد کی عظمت کو ایک دوسرے انداز میں اس طرح بھی ظاہر کیا ہے کہ اس کو حق تعالیٰ کی صفت بتایا ہے۔ ارشاد ہے:

وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ (توبہ ع-۱۴)

اور اللہ سے زیادہ کون ہے اپنے عہد کو پورا کرنے والا ہے۔

اور دوسری جگہ منفی انداز میں فرمایا:

وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ (روم ع-۱)

اللہ کا وعدہ ہوا ہے، اللہ وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

اور ایک اور جگہ تاکید کے صیغہ کے ساتھ فرمایا گیا ہے:

وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ (حج ع-۶)

اور اللہ ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرے گا۔

اور ایک جگہ فرمایا گیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (رعد ع-۴)

یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا، جو اس کا وعدہ ہے ضرور پورا ہوگا۔

ان آیتوں کا مفاد یہی ہے کہ وفائے عہد اللہ تعالیٰ کی صفت ہے وہ اپنے ہر عہد کو پورا کرنے والا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس میں بندوں کے لیے اس کی کس قدر موثر اور دلکش ترغیب ہے کہ وہ بھی عہد کو پورا کیا کریں۔ اور عہد شکنی سے بچیں۔

بقیہ: عیسائیت

سیاست وحکومت اور پالیسیوں کی حمایت کرنے والوں کی بڑی تعداد موجود ہے۔

برصغیر کے کچھ عوام چونکہ غریب نادار اور پریشان حال ہوتے ہیں اس لیے مدد لینے کے لیے کچھ جاہل اور دین سے دور لوگ عیسائی شنریوں کے اس فریب میں آجاتے ہیں چونکہ ان کو مدد کی اشد ضرورت ہوتی ہے اس لیے وہ یہ نہیں دیکھتے کہ میں دین حنیف چھوڑ کر کہاں جارہا ہوں؟ لہٰذا سہولت کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں حالانکہ یہ بہار بہت تھوڑی اور چند دنوں کے لیے ہے پھر ابدی جہنم اور ہمیشہ کا خسران ہے لیکن دین سے نا واقف لوگ اس کے بارے میں نہیں سوچ سکتے۔

ایسے حالات میں مسلمانوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ اگر دین سے دور کوئی مسلمان بھی عیسائیت قبول کرے تو دین سے پھرنے والے مسلمان کی ذہن سازی کریں دین اسلام کی حقانیت اور عیسائیوں کے مکر وفریب کو اس پر واضح کریں اور دنیا کی زندگی کے بجائے آخرت کا ابدی فائدہ حاصل کرنے کی جانب اپنی توجہ اور دلچسپی کو مرکوز کریں۔

قارئین کرام توجہ فرمائیں

خط وکتابت یا زرِ تعاون ارسال فرماتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور تحریر فرمائیں، اگر خریداری نمبر یاد نہ ہو تو اپنا مکمل پتہ صاف صاف تحریر فرمائیں

امۃ اللہ تسنیم

اللہ کے راستے میں کوششیں

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝
(عنکبوت ع ۔ ۷)

وہ لوگ جنھوں نے ہمارے بارے میں کوششیں کی ہیں ہم ان کو اپنے راستوں کی ہدایت دیں گے۔

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝
(حجر ع ۔ ۶)

اور اپنے رب کی عبادت کرو یہاں تک کہ تمھارے پاس یقینی چیز آجائے (یعنی موت)

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝
(مزمل ع ۔ ۱)

اور اپنے رب کے نام کو یاد کرو اور منقطع ہو جاؤ اُس کی طرف اُسی کے ہو کر۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝
(زلزال ع ۔ ۱)

جس نے ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی کی تو وہ اس کو پائے گا۔

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ۝
(مزمل ع ۔ ۱۳)

جو بھلے کام تمھارے نفس آگے بھیجیں گے اس کو اللہ کے یہاں بہتر پاؤ گے اور وہ اجر میں بڑا اجر ہے۔

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝
(البقرہ ع ۲۶)

اور جو بھلے کام کرو گے بس اللہ اس کو جاننے والا ہے۔

اللہ سے قربت اور اس کی محبوبیت کے آثار

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو میرے دوست سے دشمنی رکھے گا اس سے لڑائی کا اعلان ہے اور میرے بندوں کا میرے فرائض سے نزدیکی حاصل کرنا جس قدر مجھ کو محبوب ہے اس قدر اور کسی نیکی کی نزدیکی مجھ کو محبوب نہیں[1] اور برابر میرا بندہ مجھ سے نوافل کے ساتھ قریب ہوتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں جس سے وہ چلتا ہے[2] اگر وہ مجھ سے سوال کرے گا تو میں اس کو دوں گا اور اگر وہ مجھ سے پناہ چاہے گا تو میں اس کو پناہ دوں گا۔[3]
(بخاری)

اللہ کی بندہ نوازی

حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور آپ اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہیں فرمایا جب میرا بندہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جب وہ ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جب وہ میرے پاس چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں[4] (بخاری)

دو دولتیں ہیں جن کی قدر نہیں

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو نعمتیں ہیں جن میں بہت لوگ گھاٹے میں ہیں۔[5] تندرستی اور فرصت۔ (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت اور جذبۂ شکر

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کھڑے ہوتے تھے اور کھڑے کھڑے آپ کے قدم مبارک سوج جاتے تھے۔ میں نے کہا آپ یہ کیوں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرما دیے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں۔
(بخاری، مسلم)

رمضان کے عشرۂ اخیر کی شب بیداری

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب رمضان کا آخر عشرہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑی شب بیداری فرماتے اور گھر والوں کو جگاتے[6] اور کمر کس کر تیار ہو جاتے۔

مفید بات کی حرص اور مستعدی

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قوی مومن بہتر ہے اور اللہ کو کمزور مومن سے قوی مومن زیادہ محبوب ہے[7] اور دونوں میں خیر ہے۔ ہر اس نیکی پر لالچ کرو جو تم کو نفع پہنچائے، اللہ سے مدد چاہو اور عاجز نہ ہو، اگر تم کو کوئی مصیبت پہنچے تو یہ نہ کہو کہ یہ کرتا تو یہ ہوتا بلکہ یہ کہو کہ اللہ نے جو چاہا مقدر کر دیا۔

جنت ناگوار چیزوں سے گھری ہے

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگ خواہشات کے ساتھ گھری ہوئی ہے اور جنت ناگوار چیزوں سے گھری ہوئی ہے۔[8] (بخاری، مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز

حضرت ابو حذیفہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رات نماز پڑھی آپ نے سورۂ بقر شروع کی میں نے خیال کیا کہ آپ سو آیتوں پر رکوع کریں گے۔ آپ اس سے بڑھ گئے، میں نے خیال کیا کہ آپ اس کو ایک رکعت میں پڑھیں گے لیکن آپ اس سے بھی گزر گئے، میں نے کہا اب شاید رکوع کریں۔ پھر آپ نے سورۂ نساء شروع کر دی۔ اس کو ختم کر کے آل عمران شروع کی اور اس کو بھی پڑھا اور آپ آہستہ آہستہ پڑھ رہے تھے جب آپ ایسی آیت پر پہنچتے جس میں تسبیح ہوتی تھی تو آپ تسبیح کرتے تھے جب پناہ کی آیت پر پہنچتے تو پناہ مانگتے تھے اور سوال کی آیت پر پہنچتے تو آپ سوال کرتے۔[9] پھر آپ نے رکوع کیا اور کہنے لگے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ اور آپ کا رکوع قیام کی طرح تھا پھر کھڑے ہوئے اور کہا سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اور آپ کا قیام رکوع کی طرح تھا پھر سجدہ کیا اور کہا سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى بس آپ کا سجدہ آپ کے قیام کی طرح تھا۔ (مسلم)

---

[1] یعنی جو قرب خداوندی اور محبوبیت فرائض ارکان دین جہاد کی فرضیت کے وقت جہاد، اسی طرح تبلیغ وامر بالمعروف ونہی عن المنکر سے حاصل ہوتی ہے اس کو وہ قرب نہیں پہنچ سکتا جو نوافل کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔
[2] یعنی فانی عن الذات باقی باللہ بن جاتا ہے اللہ کی غیبی طاقت اور مدد اس کے شامل حال رہتی ہے۔
[3] جب نوافل کی برکت کا یہ حال ہے تو فرائض کی برکت کا کیا کہنا۔ ۱۲ [4] یعنی اس کے شوق وجذبہ کی قدر کرتا ہوں اور اس کو آغوش رحمت میں لیتا ہوں۔ [5] یعنی ان کی قدر نہیں کرتے۔ ۱۲ [6] عبادت ونوافل کے لیے۔ ۱۲ [7] اس لیے کہ اس سے اسلام کی زیادہ خدمت ہو سکتی ہے۔ ۱۲ [8] یعنی جنت کے حصول کے لیے بہت سے ایسے کام کرنے پڑتے ہیں جو انسان کو ناگوار اور طبیعت پر گراں ہیں اور جہنم کا سودا بہت سستا ہے اس کے لیے کسی مجاہدہ کی ضرورت نہیں اس کے اسباب سب نہایت دلچسپ اور خوشگوار ہیں۔ [9] نوافل میں ایسا ہو سکتا ہے۔

نعت رسول

جو ہم کعبے کا دل افروز منظر دیکھ آئے ہیں
قسم اللہ کی اللہ کا گھر دیکھ آئے ہیں
منیٰ، عرفات و مزدلفہ کا منظر دیکھ آئے ہیں
کہ ہم اکثر مقامات پیمبر دیکھ آئے ہیں
بچشم شوق ہم طیبہ کا منظر دیکھ آئے ہیں
بحمد اللہ معراج مقدر دیکھ آئے ہیں
کہاں پر سنگ اسود ہے کہاں رکن یمانی ہے
یہ سب ہم خانہ کعبہ میں جاکر دیکھ آئے ہیں
دل اپنا جانب بیت الحرم پرواز کرتا ہے
حرم میں جب سے منڈلاتے کبوتر دیکھ آئے ہیں
مسلسل حاضری دے کر جمال گنبد خضراء
برابر دیکھ آئے ہیں مکرر دیکھ آئے ہیں
جہاں سے دین کے پیغام امت تک پہنچتے تھے
رسول پاک کا وہ پاک منبر دیکھ آئے ہیں
نوازا تھا کبھی قدموں سے جن کو کملی والے نے
ہم اب بھی وہ گلی کوچے معطر دیکھ آئے ہیں
جہاں پر سرور کونین کی خیرات بٹتی تھی
وہاں ہم مفلسوں کو بھی تو نگر دیکھ آئے ہیں
ضمانت ہے اگر جنت کی بوسہ سنگ اسود کا
تو ہم کعبہ میں وہ جنت کا منظر دیکھ آئے ہیں
شعور منزل خیر الوریٰ سب کو نہیں لیکن
ابو بکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ دیکھ آئے ہیں
انہیں اصحابؓ کی نسبت سے دیوانے مدینے میں
چراغ مسجد و محراب و منبر دیکھ آئے ہیں
بفیض مسجد نبوی ہے عظمت جن کے سجدوں کی
نمازیں ہم بھی وہ چالیس پڑھ کر دیکھ آئے ہیں
ہمیں بھی جام کوثر کے طلب گاروں میں لکھ دینا
فرشتو آب زمزم ہم بھی پی کر دیکھ آئے ہیں
زہے قسمت کہ ہم عرفات کے میدان میں ساجد
فروغ نعرۂ اللہ اکبر دیکھ آئے ہیں

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

لوگ آگ سے ڈرتے ہیں لیکن آگ میں لے جانے والے اسباب سے نہیں ڈرتے

خطبہ مسنون کے بعد۔

آیت کریمہ ترجمہ: (مومنو اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آتش جہنم سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں) کی تشریح فرماتے ہوئے۔

لوگ نتائج سے تو ڈرتے ہیں لیکن نتائج پیدا کرنے والے اسباب سے نہیں ڈرتے ہیں یعنی آگ سے تو ڈرتے ہیں لیکن آگ میں لے جانے والے اسباب سے نہیں ڈرتے، مرض سے تو ڈرتے ہیں لیکن مرض پیدا کرنے والے اسباب، غیر صحت بخش آب و ہوا، متعفن فضا اور جراثیم سے نہیں ڈرتے اس کھلی ہوئی حقیقت اور روز روشن کی طرح عیاں غلطی میں بڑے بڑے فلاسفہ، علماء اور حکماء سب مبتلا ہیں کوئی اپنی اولاد کو آگ میں نہیں ڈالنا چاہتا لیکن نادانی اور غفلت سے اسباب وہی اپناتا ہے جو آگ میں لے جانے والے ہیں۔

ایک خاتون شادی میں شرکت کے لیے گئیں، شادی ہوتی ہے ہر ایک خوش و خرم نظر آتا ہے اپنی خوشی اور بشاشت کا اظہار کرتا ہے مگر ان خاتون کے چہرے پر اداسی بلکہ گھبراہٹ سی طاری تھی، عورتوں نے پوچھا بہن کیا بات ہے آپ نہیں ہنس بول رہی ہیں کیوں خاموش خاموش چپ سادھے بیٹھی ہیں، ان خاتون نے جواب دیا بہن میں جب گھر سے نکلی تو میرا بچہ سو رہا تھا، میں اسے سوتا چھوڑ کر چلی آئی ہوں فکر لگی ہوئی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جاگے اور وہیں طاق پر ماچس رکھی ہوئی ہے لے کر کھیلنے لگے، جلائے اور اس کے کپڑوں میں آگ لگ جائے۔ عورتوں نے بہت سمجھانا اور مطمئن کرنا چاہا کہ بہن آپ اطمینان رکھیں بچہ جاگے گا تو طاق پر رکھی ہوئی ماچس جو اوپر ہے کیونکر لے گا کیسے اس پر بڑھے گا آپ خواہ مخواہ وہم سے پریشان ہیں ان کو بہت کچھ اطمینان دلایا لیکن اس دور دراز قیاس امکان پر بھی ان کے دل میں جو کھٹک پیدا ہو گئی تھی وہ دور نہ ہو سکی اس لیے کہ ماچس کی تیلی جلانے کا نتیجہ فوراً سامنے آجاتا ہے۔

مگر ہمارا ہی بچہ جب ایسے طور طریق اپناتا ہے یا ایسے ماحول میں جاتا ہے ایسی تعلیم و تربیت حاصل کرتا ہے جو اس کو اسلام اور شعائر اسلام سے دور لے جاتی ہیں، اخلاقی بے راہ روی اور شرکانہ عقائد کی طرف لے جاتی ہیں، خدا فراموشی کی راہ پر ڈالتی ہیں جو سراسر جہنم میں لے جانے والی ہیں تو اس ماں کو ذرا بھی فکر و تشویش نہیں ہوتی اس لیے کہ وہ اس حقیقت پر زیادہ دھیان نہیں دیتی سامنے جو کچھ ہے اس پر اس کی نظر ہے نتائج سے غافل ہے اس لیے بے فکر و مطمئن ہے بلکہ بعض وقت فکر مند ماؤں کو ایسے ہی مطمئن کرنا چاہتی ہے جس طرح گھر میں بچے کو چھوڑ کر شادی میں جانے والی خاتون کو عورتیں مطمئن کر رہی تھیں آپ کیسی ناممکن بات کر رہی ہیں کہیں بچہ دیا سلائی کر پا بھی سکتا ہے۔ آگ سے بچانے کے لیے دینی عقائد کی حفاظت ضروری ہے، یہ ایمان و یقین کہ اس پوری کائنات کا خالق و مالک تنہا ایک خدا کی ذات ہے اور پورے نظام کو وہی چلا رہا ہے اس کے چلانے میں اس کو کسی کی نہ مدد و سہارے کی ضرورت ہے

اور نہ وہ انسانوں کی طرح کبھی تھکتا اکتاتا ہے اور نہ اس پر نیند و غفلت طاری ہوتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کی سچی اور پکی بات ہے اس میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ صدفی صد صحیح ہے یہ کتاب (قرآن مجید) اس میں کچھ شک نہیں (کہ یہ کلام خدا ہے (سورۂ بقرہ۔۲)

اس کے بھیجے ہوئے نبی آخر الزماں سچے نبی ہیں اور جو کچھ انھوں نے بتایا اور انسان کو راہ ہدایت دکھائی ہے وہ سب حق ہے۔ قیامت کا آنا یعنی اس دنیا کا جس کی زیب و زینت عیش و آرام میں پڑ کر انسان غفلت کی زندگی گزارتا ہے۔ ایک دن فنا ہو جانا یقینی ہے یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ کا وعدہ پورا ہو کے رہے گا (اور یہ بھی سن رکھو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔)

قیامت میں قرآن و حدیث میں دی گئی تعلیمات ہی کے مطابق حساب ہوگا جو اپنے ایمان و عمل میں کھرا نکلے گا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل ہو جائے گا اور اس کو ابدی راحت و آرام نصیب ہوگا اور جو ان عقائد میں کچا ہوگا یا اس دور جا پڑیگا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈالا جائے گا۔

اب ذرا سوچئے کہ اپنے بچے کو آپ شعوری یا غیر شعوری طور پر کس راہ پر لگا رہے ہیں اس کے لیے کون سے اسباب اپنا رہے ہیں، آگ میں لے جانے والے یا اس سے بچانے والے؟

اس روشنی میں اپنے بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت کا انتظام کیجئے ان کے ایمان و عقیدہ کی فکر کیجئے اور اس کے لیے اس ماں کی طرح بے کل و بے چین ہو جائیے جو ایک موہوم خیال اور دور از قیاس بات کے خیال سے خوشی و شادی کے موقع پر بھی اداس بیٹھی تھی کہ کہیں بچہ جاگ کر دیا سلائی اتار کر جلائے نہیں کہ اس کے کپڑوں میں آگ لگ جائے اور وہ جل جائے۔

میرے دوستو اور بھائیو! اس حقیقت پر ذرا سنجیدگی کے ساتھ، فکر کے ساتھ، حقیقت پسندی کے ساتھ غور فرمائیے کہ اس وقت اپنے بچے کو آپ دین و عقیدہ کی طرف سے غافل ہو کر جو تعلیم دے رہے ہیں وہ آپ کے بچے کو غیر شعوری طور پر کس راہ پر لے جا رہی ہے۔ آگ کے راستہ پر یا اس سے بچانے والے راستہ پر۔

آپ علماء کی تقریر سنتے ہیں لیکن فائدہ نہیں اٹھاتے، آپ اگر آگ میں لے جانے والے اسباب سے ڈرنے لگیں اور فکر و دور اندیشی سے کام لیں اور آخرت میں جو انجام سامنے آنے والا ہے اس پر غور کریں تو اس سے آپ کو وہ فائدہ ہوگا جو مضامین و تقریروں سے بھی نہیں حاصل ہو سکتا اس کا سارا انحصار اس پر ہے کہ فوری اور نقد فائدے پر نہیں بلکہ انجام پر غور فرمائیں۔

آپ اس کو اس مثال سے سمجھئے آپ کا بچہ سائیکل چلا رہا ہے سائیکل میں بریک نہیں ہے اور بچہ جس راستہ پر سائیکل لے کر جا رہا ہے اس راستہ میں بڑے بڑے غار اور کھائیاں ہیں اگر آپ نے اپنے بچے کو اس راستہ پر جانے دیا تو خود سوچئے کہ اس بچہ کا انجام کیا ہوگا ابھی جب تک بچہ سطح زمین پر سائیکل چلا رہا ہے آپ دیکھ رہے ہیں اور خوش ہو رہے ہیں لیکن چند گھنٹوں کے بعد وہ جن کھائیوں میں گر کر ہلاک ہو جائیگا اس پر آپ کی نظر نہیں جا رہی ہے۔

ہم نے شروع میں آپ سے کہا تھا کہ لوگ نتائج سے تو ڈرتے ہیں لیکن نتائج پیدا کرنے والے اسباب سے نہیں ڈرتے یعنی آگ سے ڈرتے ہیں لیکن آگ میں لیجانے والے اسباب سے نہیں ڈرتے۔

ابھی ہم مانڈو ہو کر آئے ہیں وہاں کیسے کیسے غار اور کھائیاں ہیں اگر کوئی آنکھ بند کر کے انجام سے بے خبر ہو کر ان کھائیوں کی طرف سائیکل چلائے تو اس کا انجام کیا ہوگا؟

ہم اس وقت زندگی کے جس راستہ پر چل رہے ہیں اس میں بڑی بڑی کھائیاں ہیں بڑے بڑے غار ہیں اس کی بہت زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں ہے، آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ کیسے کیسے ایمان سوز آخرت کے حساب کتاب اور اس کے برے

انجام سے غافل کر دینے والے خوش رنگ و خوش آہنگ حالات ہیں جو ہمارے بچوں کو آگ کے الاؤ میں جھونک دینے کے لیے منہ کھولے ہوئے ہیں مگر ہم اس پر غور نہیں کرتے، اس کی فکر نہیں کرتے، نقد اور فوری نفع کی تلاش میں بالکل ہی غافل ہیں کہ ہمارا بچہ ہلاکت خیز غاروں اور کھائیوں کی طرف جا رہا ہے۔

بچوں کی تعلیم و تربیت کی فکر نہیں کرتے ان کو صحیح راستہ نہیں بتلاتے، بچے کے دل و دماغ میں سب سے پہلی بات یہ بٹھائی جانی چاہئے پہلی نصیحت یہ کرنی چاہئے کہ سب سے بڑا جرم شرک و بدعت ہے یعنی اللہ کے علاوہ کسی اور کو نفع یا نقصان پہنچانے والا سمجھنا خدا کے نزدیک شرک و بدعت نہایت گندی اور گھناؤنی چیز سے بھی گندی ہے، مزاروں پر جا کر مانگنا اور اپنی عرضیاں پیش کرنا یہ سب شرکیہ کام ہیں ان سے بچنے کی بچوں کو تربیت دیجئے، ان کو ایسی تعلیم دیجئے جو ان خطرناک چیزوں سے ان کو بچا سکے۔ یہ تو صرف خدا کی قدرت میں ہے کہ جو چاہے اور جب چاہے اور جس کے لیے چاہے فیصلہ فرمائے۔ (اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرما دیتا ہے ہو جا تو ہو جاتی ہے) کسی اور کو یہ قوت و طاقت حاصل نہیں۔

بس بھائیو! آخر میں یہی کہوں گا کہ اپنے بچوں کو متعلقین کو آگ سے بچائیے ان چیزوں سے بچائیے جو آگ میں لے جانے والی ہیں۔ بچوں کو بری صحبت سے بچائیے بری کتابوں سے بچائیے، اخلاق بگاڑنے والے رسالوں اور میگزینوں سے بچائیے کالج کی تعلیم کو اسباب زندگی کے طور پر ضرور دلائیے لیکن دین اور عقیدہ سے غافل اور اندھے بہرے ہو کر نہ تعلیم دلائیے کہ آپ کے بچوں میں الحاد و دہریت کے جراثیم پیدا ہو جائیں اور وہ آگ کے راستہ پر چل پڑیں۔

اسی کے ساتھ اپنے گھروں اور بیویوں کے حالات کی بھی خبر لیجئے، شادی بیاہ میں بے حجابی و بے پردگی سے بچائیے، فلموں اور ٹیلی ویژن کی حیا سوزیوں سے بچائیے، مجھے تجربہ ہے اور اپنی آنکھوں سے برابر دیکھتا ہوں کہ مجھ کو شادی میں بلایا گیا اور عورتیں بے پردہ بیٹھی ہوئی ہیں، میں نے کہا یہ کیا ہے؟ اور پھر فوراً چلا آیا۔ آپ ان رسوم سے بچئے، ان کو بزرگوں اللہ کے نیک بندوں اور صالحین کے قصے سنائیے، ان کو قرآن و حدیث کی باتیں بتلائیے اور دین کی سیدھی راہ پر چلانے کی فکر کیجئے۔

یہ کیسی ستم ظریفی اور مضحکہ خیز بات ہے کہ آگ سے بچنے کی نصیحت تو کی جائے لیکن اسباب وہ اپنائے جائیں جو آگ میں لے جانے والے ہیں، بس بھائیو آپ غور و فکر سے کام لیں اور اپنی اولاد کو اپنے اہل و عیال اور متعلقین کو ان اسباب سے اور ان فتنوں سے بچانے کی فکر کریں جو آگ میں لے جانے والے ہیں۔

بقیہ: شاہ فرید الدین

میں جامعہ فریدیہ قائم ہوا۔

حضرت شاہ فرید الدین بغدادیؒ کا انتقال ۷ شعبان ۱۴۱۱ھ میں ہوا اس وقت آپؒ کی عمر شریف ۸۱ برس تھی۔ آپ کی اولاد میں شہزادی بی بی زاہدہ صاحبہ کے بطن سے حضرت شاہ نور الدینؒ اور حضرت شاہ اسرار الدینؒ تولد ہوئے دوسری اہلیہ محترمہ حضرت ملاحت صاحبہ کے بطن سے حضرت شاہ اخیار الدینؒ تولد ہوئے۔ حضرت شاہ فرید الدینؒ بغدادی کی کاوشوں کے یہ اثرات ہی ہیں کہ ضلع ڈوڈہ کے اکثر مسلمان ہر دور میں دین اسلام کی تحریکات میں ذوق و شوق سے منہمک ہوتے رہے ہیں چنانچہ دور حاضر میں عالمی سطح پر ہونے والی حضرت مولانا شاہ محمد الیاسؒ کی تبلیغی محنت میں ضلع ڈوڈہ کے مسلمانوں نے ذوق و شوق اور بھاری تعداد میں حصہ لیا۔ جس سے حضرت شاہ صاحبؒ اور ان کے خلفاء کے بعد برسوں دینی محنت نہ ہونے کے باعث پھیلی ہوئی جہالت اور دین سے دوری میں کافی بہتری پیدا ہوئی، چنانچہ ایک بار پھر ویران شدہ مساجد آباد ہو رہی ہیں، نوجوانوں میں جو دین سے بے حد دور ہو چکے تھے اب دینی شعور اور بیداری پیدا ہو رہی ہے اور ہر طرف نمازوں، سنتوں دین داری اور قرآنی تعلیم کا پاکیزہ ماحول نظر آ رہا ہے۔

اسلام دین رحمت ہے

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری

بلاشبہ اسلام دنیا میں دین رحمت ہے تمام ادیان الٰہیہ سماویہ میں رحمت بن کر آیا ہے، پوری انسانیت کی ہمدردی کا علمبردار ہے اس کے دامن میں رافت ورحمت اور اخوت وشفقت کے وہ پھول ہیں جس سے مشام عالم معطر ہے اسلام نے دنیا کو ہمدردی ومحبت کا درس دیا ہے، اسلام آنے کے بعد تمام ادیان اپنے اپنے مذہب میں اصلاح کرنے پر مجبور ہوئے کہ اسلام کے آفتاب عالم تاب کے بعد وہ اس قابل نہ تھے کہ دنیا کے سامنے منہ دکھا سکیں، حدیث نبوی ہے۔ لا یبقی بیت وبر ولا ملو الا دخلہ الاسلام بعز عزیز ذل ذلیل

ترجمہ: کوئی خیمہ اور مٹی کا مکان باقی نہیں رہے گا مگر اللہ تعالیٰ وہاں اسلام کو داخل کر دے گا کسی معزز کی عزت اور ذلیل کی ذلت کے ساتھ۔

کا اشارہ اسی مضمون کی طرف بھی ہے کہ ہر ہر گھر میں اسلام پہنچا اور ہر مذہب نے اس کی خوبیوں سے فائدہ اٹھایا۔

اسلام جانوروں پر بھی رحم کرنے کی تعلیم دیتا ہے

اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے یہ بتلایا کہ ایک پیاسے کتے کو پانی پلا کر بھی جنت حاصل کی جا سکتی ہے اور ایک بلی کو ناحق ایذا دینے سے انسان جہنم میں پہنچ سکتا ہے، اسلام ہی وہ مذہب ہے جو جانوروں پر بھی رحم سکھاتا ہے اور جانور ذبح کرنے کے لیے چھری تیز کرنے کا حکم دیتا ہے اسلام ہی وہ مذہب ہے جو دنیا میں مظلوم بننے کو ذریعہ نجات سمجھتا ہے اور ناقابل برداشت تکالیف مصائب میں صبر وحوصلہ کی تلقین کرتا ہے اور صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر وثواب کی بشارت سناتا ہے۔ انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب

انتقام لینے کا حکم اس وقت دیتا ہے جب پانی سر سے گزر جائے اور ظلم حد سے بڑھ جائے مگر انتقام کی بھی غیر محدود اجازت نہیں دیتا بلکہ یہ شرط عائد کرتا ہے کہ انتقام ظلم کے مماثل ہو، اس سے متجاوز نہ ہو ارشاد ہے:

فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم یعنی جتنا ظلم تم پر کیا گیا بس اتنا ہی انتقام لے لو، اور جزاء سیئۃ مثلھا برائی کی سزا اتنی ہی برائی ہے۔

اس کے باوجود بھی اعلان فرمایا فمن عفا واصلح اجرہ علی اللہ کہ جو شخص درگزر کرے اور درستگی واصلاح کی فکر کرے تو حق تعالیٰ ہی اجر عطا فرمائیگا۔

اسلام کا قانون رحمت وعدل

اسلام صرف اس وقت تلوار اٹھانے کا حکم دیتا ہے کہ جب اصلاح کے راستے بند ہو جاتے ہیں، تمام معاشرہ کے تباہ ہونے کا اندیشہ لاحق ہو جاتا ہے اور کوئی توقع خیر کی باقی نہیں رہتی ہر طرف سے مایوسی ہی مایوسی ہوتی ہے، اس وقت شر وفساد سے عالم انسانیت کو بچانے کے لیے تلوار کا حکم دیتا ہے اور پھر بھی یہ اعلان کرتا ہے کہ بچوں کو بچاؤ، عورتوں اور بوڑھوں کو قتل مت کرو، عبادت گاہوں میں بیٹھے ہوئے عبادت گزاروں سے درگزر کرو، کیا موجودہ تہذیب کے مدعی خواہ وہ فرانس ہو یا برطانیہ، امریکہ ہو یا جرمنی، روس ہو یا چین، اسلام کے قانون رحمت عدل کی نظیر پیش کر سکتے ہیں؟ اسلام کی رواداری وانسانی ہمدردی کی کوئی مثال وہاں مل سکتی ہے؟

اسلامی غزوات پر اعتراض کرنے والوں کے روح فرسا کارنامے

دنیا کی جنگ عظیم دوم نے کیا کیا تباہی نہیں مچائی، دو ہزار میل لمبا اور چار سو میل چوڑا میدان کارزار گرم ہوا تیس ہزار ٹینک اور پچاس ہزار ہوائی جہاز انسانی خون کی ہولی کھیلنے کے لیے امڈ آئے، چھ برس تک انسانیت کی وہ مسلسل تباہی ہوتی رہی جس کی نظیر تاریخ واستبداد میں نہیں مل سکتی اور جس کے سامنے چنگیز، ہلاکو شرمندہ ہیں، دس دس بارہ بارہ گھنٹے مسلسل ہوشربا بمباری ہوتی رہی، سینکڑوں مربع میل میں نہ کوئی معصوم بچہ محفوظ رہا نہ کوئی ضعیف و ناتواں بوڑھا بچے، عورتیں اور بے گناہ حیوانات تمام کے تمام ہلاک ہوئے پہلے ہٹلر وگوبلز ومیسولینی نے یہ کردار ادا کیا پھر برطانیہ کے چرچل اور امریکہ نے اس درندگی کا ثبوت دیا تقریباً تین کروڑ نسل انسانی تباہ ہوئی اور لاکھوں عورتیں بیوہ ہوگئیں اسٹالن نے کتنے لاکھوں بلکہ کروڑوں انسانوں کو صرف اپنے عقیدے کمیونزم کی مخالفت کی وجہ سے تہ تیغ کیا روس نے سمرقند وبخارا میں کیا کیا؟ فرانس نے الجزائر میں کیا کیا؟ ان مہذب بھیڑیوں اور انسان نما درندوں نے دنیا میں کیا کیا اور کیا کر رہے ہیں؟ نسل انسانی کو تباہ وبرباد کرنے کے لیے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کے ذخائر جمع کرنے والوں نے پہلے کیا کچھ نہیں کیا؟ اور آئندہ کیا کچھ نہیں کریں گے، کیا ان درندوں کے دلوں میں رحمت وانسانیت کا ایک شمہ بھی موجود ہے؟ کیا ان کو شرم نہیں آتی کہ اسلام کے مسئلہ جہاد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات پر اعتراض کرتے ہیں؛ جبکہ ان میں دس سال کے عرصہ میں فریقین کے چند سو افراد سے زیادہ افراد قتل نہیں ہوئے، کفر کی یہ غیر منصفانہ دھاندلی کتنی عجیب ہے کہ خود تو مظلوم اور بے گناہ انسانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے کیا کیا ظلم کر رہے ہیں اور حکومتوں کے تختے الٹنے اور طرح طرح کے انقلابات لانے کے لیے کیا کیا ستم ڈھا رہے ہیں لیکن اگر اسلام عدل قائم کرنے کے لیے کسی بدترین مجرم کو قصاص کے طور پر قتل یا زنا جیسے قبیح جرم کے مرتکب کی سنگساری کا حکم دے تو تمام کافر چیخ اٹھتے ہیں یہ عدل وانسانیت کے خلاف ہے؟ اگر عقول یہاں تک مسخ ہو جائیں تو پھر جنون کا کیا علاج؟ کیا آج کل عدالتیں پھانسی کی سزائیں نہیں دیتیں، صد حیف کہ اسلام کے نام سے سزا ہو تو جرم ہے اور اگر غیر اسلامی عدالت سے سزا ہو تو عین انصاف ہے؟

"بریں عقل ودانش بباید گریست"

اسلام میں تو کفار کی چار قسمیں ہیں:

(۱) حربی کافر (۲) ذمی کافر (۳) مستامن کافر (۴) مرتد کافر۔

سب کے الگ الگ احکام ہیں، پھر اسی طرح ملکوں کی اقسام ہیں:

دار الاسلام۔ دار الحرب۔ دار الامان

سب کے علاحدہ علاحدہ شرعی احکام ہیں بسا اوقات ان احکام کو نہ سمجھنے کی وجہ سے شبہات پیدا ہوتے ہیں جو کافر میدان جنگ میں مسلمانوں سے معرکہ آرا ہوں ان کے ساتھ کا رویہ نسبتاً شدت آمیز ہے اسی طرح وہ کافر جو اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں اور سازشیں کرنے میں مصروف ہوں ان کے حق میں اسلام کا رویہ سخت ہے اور بلاشبہ اس موقع پر شدت وسختی ہی سراپا حکمت اور عین مصلحت ہے، جب

(باقی صفحہ ۔۔ پر)

ایک مسلمان زانی کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولا تاخذکم بھما رافتہ فی دین اللہ (اور دیکھو! زانی مرد و عورت پر اللہ کے دین کا حکم نافذ کرتے وقت تمھیں ان پر ترس نہیں آنا چاہیئے)

تو مفسد کفار کے حق میں شفقت و رواداری کیونکر جائز ہو سکتی ہے؟ جب کبار صحابہ اور بدری صحابہ کے بارے میں مکمل مقاطعہ کا حکم شرعاً واجب ہو سکتا ہے تو کفار و مرتدین کے بارے میں اگر صحیح سزا کی قدرت نہ ہو تو بدرجہ مجبوری ان کے ساتھ مقاطعہ کیوں اسلامی اصول کے خلاف ہے؟ درحقیقت اسلام کی تمام سزائیں نہ صرف یہ کہ عدل و انصاف کے فطری اصول پر مبنی ہیں بلکہ خود مجرم کے حق میں عین رحمت اور سراپا حکمت ہیں تاکہ اسے غور و فکر کا موقع ملے اور اسلام جیسی نعمت سے محروم ہو کر ابدالآباد تک عذاب الٰہی میں گرفتار نہ ہو۔ دراصل اسلام ہی وہ دین سماوی ہے جس نے جرم و سزا کے درمیان فطری توازن قائم کر کے انسانیت پر عظیم الشان احسان کیا ہے جو لوگ جرائم پیشہ مفسدی اور کفار و مرتدین کے ساتھ معمولی سختی پر چیں بہ جبیں ہو جاتے ہیں ان کے نزدیک گویا مسلمانوں کے ساتھ ظلم کرنا تو قابل برداشت ہے لیکن کافروں اور مرتدوں کے ساتھ سختی کرنا اسلامی عدل و انصاف کے خلاف ہے، مسلمانوں کو فرضی جرائم پر مادرزاد عریاں کرنا، انھیں سخت سے سخت سزائیں دینا اور ان سے انسانیت سوز سلوک کرنا تو ان کے نزدیک بالکل انصاف ہے لیکن موذی محارب کافر کو معمولی سزا دینا بھی اسلام کے خلاف ہے یعنی اسلام مسلمانوں کو اتنی بھی اجازت نہیں دیتا کہ وہ بددین موذیوں سے قطع تعلق ہی کر لیں؟ نہ معلوم عقل و انصاف اور دین و دیانت کا جنازہ کیوں نکل گیا؟ موذی کافر کے ساتھ رحمدلی اور بے گناہ مسلمانوں کے ساتھ بے رحمی یہ کہاں کا فلسفہ ہے؟ کچھ محسوس ہوتا ہے کہ ایمان کا نور دلوں سے نکل چکا ہے اور کفر کی عظمت ایسی چھا گئی ہے کہ حقائق کی تیز شکل ہو گئی ہے۔

بقیہ حب جاہ کا مرض

یہ بھی ضروری نہیں کہ روز ہی اعادہ ہو۔ ہفتے میں ہو جائے، مہینے میں ہو جائے۔ تو انشاء اللہ ثم انشاء اللہ امید ہے کہ حب جاہ سے نجات مل جائے گی۔

غیر اختیاری وساوس کی پروا نہ کریں

بار بار تصحیح نیت کے باوجود وسوسے آتے ہیں اور خواہ مخواہ خیال آتے ہیں ان غیر اختیاری وساوس اور خیالات کی پروا نہ کریں وہ آتے ہیں اور طبیعت کو ان کے آنے پر افسوس بھی ہوتا ہے اور کوفت بھی ہوتی ہے یہ خود اس بات کی علامت ہے کہ یہ خیالات آپ کے ناپسندیدہ ہیں اور آپ نے ہر کام میں اللہ کی رضا کو مقصود بنانے کا جو فیصلہ کیا ہے وہ فیصلہ قائم اور باقی ہے اس لیے تصحیح نیت کا اہتمام کریں۔

غفلت کی زندگی

اور بھائی غفلت کی زندگی سے اللہ بچائے۔ غفلت کی زندگی بڑی خوفناک ہوتی ہے۔ آدمی کو بیدار مغز ہو کر وقت گزارنا چاہیئے اور خصوصیت سے اپنے ارادوں، اپنے عزائم اور اپنے معاملات پر تنقیدی نگاہ ڈالتے رہنا چاہیئے۔

مولانا قاضی محمد طیب

حبّ جاہ کا مرض

اور اس کا علاج

حب جاہ کا مرض

محققین نے لکھا ہے کہ آدمی کی ساری بیماریاں علاج کی وجہ سے دور ہو جاتی ہیں لیکن یہ حب جاہ کا مرض بہت مشکل سے دور ہوتا ہے۔ سب سے آخر میں یہ بیماری نکلتی ہے۔ اس کا نکلنا بڑا مشکل ہے۔

جاہ کا مطلب

جاہ کے معنیٰ ہیں تسخیر، مسخر کرنا، لوگوں کو تسخیر کا بہت شوق ہوتا ہے کئی لوگ تو تسخیر کے لیے عمل کرتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کے قلوب ہماری غلامی کے اندر آ جائیں۔

حب جاہ مال کی محبت سے زیادہ شدید ہے

آدمی کو مال کی محبت بھی ہوتی ہے سونے اور چاندی کی محبت بھی ہوتی ہے لیکن جاہ کی محبت شدید ہوتی ہے۔ کیوں شدید ہوتی ہے؟ اس لیے کہ سونے اور چاندی کے لیے ڈرتا ہے کہ کوئی ڈاکہ ڈال کر نہ لے جائے۔ کوئی چور آ کر چوری کر کے نہ لے جائے۔ مملوکہ اشیاء میں سب سے محفوظ ترین چیز زمین ہے لیکن اس کی حفاظت کے لیے بھی آپ کو چوکیدار بٹھانا پڑتا ہے لیکن جاہ چوری نہیں ہو سکتی۔ اگر پچاس آدمیوں کے دل آپ کے لیے مسخر ہو گئے اب یہ جو قلوب الناس آپ کے قبضے میں آ گئے، ان کو نہ کوئی چوری کے ذریعے آپ سے چھین سکتا ہے اور نہ ڈاکے کے ذریعے اور نہ ہی آپ کو ان کی حفاظت کے لیے کوئی چوکیدار بٹھانا پڑتا ہے۔

سونے چاندی سے محبت کے اسباب

سونے چاندی اور مال و دولت سے محبت اس لیے کی جاتی ہے کہ ان کے ذریعے آدمی اپنی محبوب و مرغوب اشیاء حاصل کر سکتا ہے حالانکہ خود سونا کھانے کے کام نہیں آتا ہے اور چاندی پینے کے کام نہیں آتی ہے بلکہ بیسہ پھینکو گے تو سامان ملے گا۔ چاندی ہاتھ سے دو گے تو لباس و خوراک کا مقصد پورا ہوگا۔ سونا خرچ کرو گے تو روٹی ملے گی۔ یہی حال ہے جاہ کا۔

جاہ کی وجہ سے مال بھی ملتا ہے

جب لوگوں کے دل آپ کے لیے مسخر ہو گئے، تو ان کا مال بھی آپ کے لئے ہوگا اور ان کی جان بھی آپ پر نثار کریں گے۔ وہ اپنی ہر چیز آپ کے لیے پیش کریں گے۔ اس لیے کہ وہ تو آپ کی غلامی میں آ گئے، پھر مال و دولت کی کیا حقیقت رہے گی۔ یہ جاہ کا نتیجہ ہے کہ جاہ کی وجہ سے مال بھی ملتا ہے لیکن اگر کسی آدمی کے پاس مال ہو تو یہ ہرگز ضروری نہیں کہ لوگوں کے دل اس کے لیے مسخر ہوں۔ بہت سے مالدار پھرتے ہیں اور اپنے مال کے نشے میں مخمور ہوتے ہیں لیکن لوگ ان کی طرف کوئی التفات نہیں کرتے اور ان کو عزت دینے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ جاہ ہو گی تو مال آ جائے گا لیکن مال ہو گا تو جاہ کا حاصل ہونا ضروری نہیں۔

ایک خاص بات

مال آپ کے پاس ہے اور آپ اسے بڑھانا چاہتے ہیں تو محنت اور کوشش کریں تب بڑھے گا۔ رکھا رکھا نہیں بڑھے گا۔ اور اگر آپ کو جاہ حاصل ہوگئی، دس بیس آدمی آپ کے جاننے والے بن گئے اور ان کے دل آپ کے لیے مسخر ہوگئے تو ہر ایک چرچا کرے گا کہ فلاں حضرت کا تو یہ مقام ہے اور فلاں صاحب کا یہ مرتبہ ہے۔ دس پانچ یہ مسخر کرے گا آپ کے لیے اور دس پانچ وہ کرے گا۔ دن رات آپ کے جاننے والوں میں اضافہ ہی ہوتا چلا جائے گا۔ مال خود نہیں بڑھتا لیکن جاہ کے ذریعہ یہ تسخیر کا عمل خود بخود بڑھتا چلا جاتا ہے۔

دینی کاموں میں حب جاہ

آپ اور ہم اگر اپنے حال پر غور کریں تو عجیب و غریب صورت سامنے آتی ہے۔ ایک آدمی کتاب لکھ رہا ہے اس کے ذہن میں یہ ہے کہ لوگوں کے ہاتھوں میں کتاب جائے گی تو میری قدر و منزلت میں اضافہ ہوگا۔ ایک آدمی مسائل اختلافیہ میں داد تحقیق دیتا ہے اور اپنے نقطۂ نظر کے لیے دلائل کا انبار لگا دیتا ہے اور ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ لوگ میرے ان دلائل کو پڑھیں گے تو میرے قائل ہو جائیں گے میرا لوہا ماننے لگیں گے۔ ایک آدمی مجمع سے خطاب کرتا ہے اور اس قدر موثر اور دلنشین انداز میں بات کرتا ہے کہ مجمع جھوم جھوم جاتا ہے اور یہ خود خیال کر رہا ہے کہ ان کے دل میرے لیے مسخر ہوتے چلے جا رہے ہیں اور میرے لیے غلام بنتے چلے جا رہے ہیں اور ساتھ ساتھ ان تمام معاملات کی انجام دہی کے وقت اس کو یہ خیال بھی ہے کہ میں دین کی بہت بڑی خدمت کر رہا ہوں۔ درس دے رہا ہوں، وعظ کہہ رہا ہوں، فتویٰ لکھ رہا ہوں اور دل میں یہ ہے کہ لوگوں کے قلوب کو مسخر کر رہا ہوں۔ بھائی یہ ہے حب جاہ۔ اس کے اثرات بہت ہی دقیق اور باریک ہوتے ہیں ان کو پہچاننا آسان بات نہیں۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ حب جاہ کے اس احتمال کی وجہ سے ان اعمال کو چھوڑ دیا جائے۔ بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ حب جاہ سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

خوب یاد رکھو جس طرح مال کی محبت انسان کو جہنم میں لے جاتی ہے اسی طرح جاہ کی محبت بھی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے قیامت میں آدمی کے لیے اس کا صدقہ اس کے اوپر سایہ کرنے والا ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے۔ اتقوا النار ولو بشق تمرۃ آگ سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی تم صدقہ دو۔ یہ ارشاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں فرمایا؟ اس لیے فرمایا کہ دنیا کی محبت آدمی کو آگ میں لے جاتی ہے اور صدقہ دنیا کی محبت کو زائل کرتا ہے ظاہر ہے آدمی جب صدقہ دے گا تو مال اس کی جیب سے جائے گا تو مال کی محبت صدقہ دینے سے کم ہوگی۔ صدقہ دینے سے چونکہ مال کی محبت کم ہوگی اور مال کی محبت انسان کو جہنم میں لے جاتی ہے اس لیے کہا جا رہا ہے کہ صدقہ دینے سے انسان کو جہنم سے خلاصی نصیب ہوگی۔

حب جاہ کے مرض کا علاج، تصحیح نیت

اور یہ بھی یاد رکھو کہ آدمی اپنی نیت کی تصحیح کرتا رہے۔ سال شروع ہوا اور ہم نے کام کا آغاز کیا اس وقت اہتمام سے بیٹھ کر اللہ پاک کی بارگاہ میں عرض کیا۔ اے پروردگار! ہم یہ دین کا کام کر رہے ہیں نفس اور شیطان کی شرارتیں ہمیں قدم قدم پر بہکانے کے لیے موجود ہیں۔ ہم آپ سے عہد کرتے ہیں کہ آپ کی رضا کے لیے ہم یہ کام کر رہے ہیں۔ نفس و شیطان کے شرور سے ہماری حفاظت فرما۔ یہ عزم کر لیا جائے۔ یہ دعا کر لی جائے اور پھر موقع بہ موقع اس کا اعادہ ہوتا رہے

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

محترمہ خیر النساء بہتر

میری تعلیم اور مطالعہ

میری آنکھ ایسے گھرانے میں کھلی جس کو اللہ نے دین و دنیا کی دونوں خوبیاں عطا فرمائی تھیں۔ میرے دادا مولوی سید سعید الدین صاحب حضرت سید احمد شہیدؒ کے مرید اور دنیاوی حیثیت سے مرفہ الحال تھے، والد ماجد اور چچا کو ورثہ میں بڑی جائداد ملی تھی میرے چچا مولوی سید رشید الدین صاحب نے تو جائداد کا انتظام اپنے ذمہ لیا اور والد محترم حضرت شاہ ضیاء النبی صاحبؒ نے علم سلوک کی طرف توجہ کی، وہ ایک طرف بڑے عالم تھے تو دوسری طرف ایک بڑے مرشد اور شیخ۔ دور دور سے طالبین حق آتے اور تربیت حاصل کرتے تھے والد ماجد کی جائداد کا حصہ یا تو مہمانوں پر یا کتابوں پر خرچ ہوتا تھا اس طرح پر ان کے پاس قیمتی اور نایاب کتابوں کا اچھا خاصا ذخیرہ جمع ہو گیا تھا اور ہر علم و فن کی کتابیں اکٹھی ہو گئی تھیں۔

والدہ ماجدہ ایک نہایت صالح اور اہل خاتون تھیں، انھیں سے میں نے قرآن ناظرہ پڑھا۔ انھوں نے سوائے ایک مرتبہ کے کبھی نہ جھڑکا نہ مارا، چونکہ خود مجھے فطری طور پر کھیلنے کودنے کا شوق نہ تھا اور نہ بچوں میں اٹھنے بیٹھنے کا اس وجہ سے اس کا موقع بھی نہ آنے دیا۔

والدہ محترمہ نے مجھ کو قرآن مجید کا ترجمہ بھی پڑھایا اس وقت اس کا رواج ہی یہ تھا کہ بچے ترجمۃ القرآن لے کر پڑھتے تھے۔ قرآن کے پڑھنے کے بعد مجھ کو حفظ کرنے کا خود بخود شوق پیدا ہوا اور کوشش کرکے اپنے چند ہم سبق بھی تیار کر لیے اور اپنے بھائی مولوی حافظ سید عبید اللہ صاحب مرحوم سے حفظ کرنا شروع کر دیا اور تقریباً تین سال میں خدا کے فضل و کرم سے قرآن حفظ کر لیا

جب میں نے قرآن حفظ کرنا شروع کیا تو میرے بڑے بہنوئی اور چچازاد بھائی مولوی سید خلیل الدین صاحب مرحوم بہت خوش ہوئے اور انھوں نے اس خوشی میں ہر ہفتہ دعوت کرنی شروع کر دی ہر ہفتہ ایک نئی دعوت کرتے اور جب میں نے پورا قرآن حفظ کر لیا تو ایک عظیم الشان دعوت کی اور انتہائی خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔

اردو کی پہلی کتاب اور دینیات کی پہلی کتاب کے بعد چند اور کتابیں سبقاً سبقاً پڑھ کر اپنے شوق سے کتابوں کا مطالعہ کرنے لگی میرے والد ماجد کے یہاں چونکہ ہر قسم کی کتابیں موجود تھیں اور جب بھی کوئی نئی کتاب آتی والد سب سے پہلے مجھ کو پڑھنے کو دیتے، اس وجہ سے میں اپنا زیادہ وقت کتابوں کے مطالعہ میں صرف کرتی، ایک مرتبہ میرے ہاتھ قصہ شاہ روم اور کتاب حلیمہ دائی لگ گئی میں پڑھ رہی تھی کہ محترم بھائی، مولوی سید خلیل الدین صاحب تشریف لائے دیکھ کر فرمایا یہ کتابیں مت پڑھو اس کی روایتیں مستند نہیں ہیں، اس کے بجائے راہ نجات اور مالابدمنہ پڑھو، وہ دونوں کتابیں میں اپنی والدہ سے پڑھنے لگی، یہ دونوں کتابیں چونکہ مسائل پر ہیں اس وجہ سے مجھ کو مسائل سے دلچسپی ہو گئی

اور واقفیت بھی ہونے لگی۔ تاریخ میں جن کتابوں نے مجھ پر اثر ڈالا وہ قصص الانبیاء اور فتوح الشام ہے۔ فتوح الشام کا نثر میں اردو ترجمہ میرے ایک عزیز میاں عبدالرشید کے گھر سے میری والدہ لائیں، وہ خود بھی پڑھتی تھیں، میں بھی پڑھتی، صحابہؓ کرام کے حالات پڑھتی اور ان کے جہاد وغیرہ کے تذکرے پڑھتی تو دل میں جوش و خروش کا دریا موجزن ہو جاتا۔ کچھ عرصہ کے بعد میرے ماموں سید عبدالرزاق کلامی میاں ٹونکی نے فتوح الشام کا اردو میں منظوم ترجمہ کیا جس کا نام صمصام الاسلام ہے وہ ٹونک سے کوئی عزیز ساتھ لائے، مجھ کو ملی، میں پڑھنے لگی اس کے ساتھ دوسری عزیز عورتیں بھی اس کو پڑھتی تھیں، میرے گھر میں گھر بھر کی عورتیں جمع ہو جاتیں اور بڑے درد اور جوش کے ساتھ پڑھی جاتی، لڑکے بڑے سب اس کو سنتے اور ایمان و جوش میں سب ڈوبے ہوتے۔ چھوٹے چھوٹے بند، اشعار میں روانی اور سلاست اتنی ہوتی کہ مجلس سے اٹھنے کو جی نہ چاہتا، میں اس کتاب کو خوب پڑھتی اس کے پڑھنے اور سننے کا اتنا اثر ہوتا کہ خواہش پیدا ہوتی کہ کاش ہم مرد ہوتے تو اللہ کے راستہ میں کام آتے یا ہمارا شمار ان عورتوں میں ہوتا جو ان مبارک مواقع میں شریک ہوئیں۔

نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم کی مقاصد الصالحین اور مآثر الصالحین کو جب پڑھا تو بزرگوں کی محبت اور ان جیسا بننے کی خواہش پیدا ہوئی۔ یہ دو کتابیں مجھ کو اتنی پسند آئیں کہ بار بار پڑھیں، اور حرز جان بنائیں، آج بھی جب کہ اتنی مدت گزر چکی ہے ان واقعات و حالات کا اثر دل پر ہے اور بزرگوں کا ادب اور ان کی محبت جو کچھ دل میں ہے اس میں ان کتابوں کو بڑا دخل ہے اور آج بھی یہی خواہش بیدار رہتی ہے کہ اللہ ان جیسا بنا دے۔

میرے محترم بھائی اور ایک طرح کے مربی مولوی سید خلیل الدین صاحب اکثر جب گھر آتے تو حالی مرحوم کی مشہور کتاب "مسدس حالی" پڑھ کر سناتے ان سے سن کر اس کے پڑھنے کا شوق ہوا اور اس کو پڑھنے لگی اس کتاب کو اتنا زائد پڑھا کہ اس کے اشعار اکثر یاد ہو گئے، ساتھ ہی ساتھ اپنے ماموں حکیم فخر الدین مرحوم کی مسدس خیالی بھی پڑھتی، ان دونوں کتابوں کے کثیر تعداد میں اشعار زبان زد ہو گئے تھے۔

مجھے فطری طور پر شعر کہنے کا شوق تھا ان منظوم کتابوں کے پڑھنے اور حرز جان بنانے نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا اور میں چھپ چھپ کر شعر کہنے لگی لیکن میرے اشعار زیادہ تر مناجاتوں کی شکل میں ہوتے یا حمد و نعت کی شکل میں، مجھ کو یاد پڑتا ہے کہ سب سے پہلے میں نے جو اشعار کہے اس کے چند مصرعے حسب ذیل ہیں:۔

الٰہی نہ کرنا اکیلا کبھی تو
خدایا نہ رکھنا نرالا کبھی تو
عزیزوں کو میرے نہ کرنا جدا تو
ہمارا ہمیشہ سے ہے رہنما تو
ہو مجھ پہ بھی تیری عنایت الٰہی

والد صاحب کے کتب خانہ میں مجھ کو دو اور کتابیں ملیں جن کو میں نے بڑے شوق و ذوق سے پڑھا، پہلی کتاب نواب صدیق حسن خاں صاحب کی الداء والدواء اور دوسری کتاب ابن سیرینؒ کی تعبیر الرویا کا ترجمہ تعبیر خواب۔ تعبیر خواب پڑھنے سے تعبیر دینے کا شوق ہوا اور خوابوں کی تعبیر دینے لگی۔ خدا کا کرنا کہ میں خواب بھی خوب دیکھنے لگی اور پھر اس کی تعبیر بھی خود دے لیتی اور دوسرے لوگ اپنے خواب بیان کرتے اور میں تعبیر دیتی اور یہ سلسلہ بعد میں برابر جاری رہا۔ خدا کے فضل سے اکثر تعبیر صحیح نکلتی۔ الداء والدواء، مجربات دیربی اور بحر وظائف کے مطالعہ سے دعا کرنے اور سورتوں کی تلاوت اور اس کے وظیفہ کا ذوق بڑھتا گیا اور صبح قرآن کی تلاوت کے بعد چہل حدیث اور

سورتوں کا ورد کرتی، یہ میرا روز کا معمول ہو گیا تھا۔

نواب صدیق حسن خاں صاحب کی ایک کتاب "طیٔ الفراسخ الی منازل البرازخ" میرے یہاں تھی، وہ میں نے پڑھی، اس کا پڑھنا تھا کہ دل کی حالت بدل گئی، قبروں کے حالات پڑھ کر دنیا سے بے دلی پیدا ہونے لگی، چونکہ دل کمزور تھا اس لیے وہ بیدلی آگے چل اختلاج کی شکل میں تبدیل ہو گئی اور مسلسل دو سال تک اختلاج اپنے شباب پر رہا، اس اثناء میں طریق النجاۃ جو مشکوٰۃ شریف کا ترجمہ ہے پڑھنے لگی، اس میں ایک واقعہ نظر سے گزرا وہ واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحابؓ کے ساتھ مدینہ کے بازار میں گزرے، ایک مری بکری نظر آئی، آپ نے فرمایا اس مری بکری کو کون ایک درہم میں خریدے گا صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس مری بکری کو کون خرید سکتا ہے آپ نے فرمایا جتنی بے قیمت یہ بکری ہے اس سے زیادہ خدا کی نگاہوں میں بے قیمت یہ دنیا ہے۔

اس واقعہ سے دعاؤں کی طرف دل پھر گیا، میں چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے دعا کرتی، میری دعاؤں کی کثرت کی بنا پر بعض ہمجولیاں مذاق کرنے لگیں، اس اثنا میں میرے یہاں ایک نئی کتاب آئی، وہ کتاب ہاتف کی نعت عظمیٰ ہے۔ اس کتاب میں خاص بات یہ تھی کہ ہر مصرعہ خدا کے نام سے شروع ہوتا یا خدا کے نام پر ختم ہوتا اور دین و دنیا کی تمام خواہشیں اس میں آگئی تھیں، اس کو میں نے زبانی یاد کر لیا اور حرز جان بنا لیا۔ بعد نماز عصر کئی عورتیں جمع ہو جاتیں اور سب مل کر اس موثر مناجات کو ہم آواز ہو کر پڑھتیں اور جب بھی کوئی غم و مصیبت کا وقت آتا اس کا ورد کیا جاتا اور اللہ تعالیٰ رحم فرما دیتا پے بہ پے ایسے واقعات اور اسباب پیدا ہوتے رہے کہ دل مناجاتوں کی طرف پھر گیا، میں ہر وقت ذوق و شوق سے مناجاتیں پڑھتی، جب بے چینی بہت بڑھ جاتی تو رو رو کر عرض کرتی ؎

ترا شیوہ کرم ہے اور مجھے عادت گدائی کی
نہ ٹوٹے آس اے مولیٰ ترے در کے فقیروں کی

سجدے میں گر جاتی اور رو رو کر خدا سے دعا مانگتی، میری اکثر دعائیں مناجاتوں کی شکل میں نکلتی تھیں، اللہ کا بڑا کرم تھا کہ دعاؤں اور مناجاتوں کے بعد اختلاج میں بڑا سکون ہوتا اور طبیعت اتنی ہلکی ہو جاتی کہ جیسے رحمت کے دروازے کھل گئے ہوں اور میں خزانۂ رحمت لوٹ رہی ہوں اور میری زبان سے یہ اشعار نکل پڑتے ؎

کیوں نہ آئے رحم تجھ کو حال پر میرے رحیم
تیری ہی رحمت تو ہے مونس مری ہمدم مری
بے کسوں کا بس تری ہی مونس تو ہی غمخوار ہے
تجھ سے کہہ کر کیوں نہ ہو بیتابیٔ دل کم مری
کب نہیں ہوگی خبر تجھ کو دل بے تاب کی
آہ پہنچے گی ترے دربار میں جس دم مری
سائلوں میں اک ترے دربار کے میں بھی تو ہوں
کیوں نہ ہو فریاد دل پر درہم و برہم مری
کیوں نہیں چارہ کہ خود ہی جاننے والا ہے تو
کب گوارا ہے تجھے کہ چشم ہو پھر نم مری

اعتقادیات کے معاملہ میں اللہ کے فضل و کرم سے میرا خاندان توحید و سنت کا حامل رہا ہے خصوصاً حضرت سید احمد شہیدؒ کی وجہ سے گھر گھر توحید کا چرچا تھا، میرے یہاں ایک بڑی بی تھیں جن کی عمر سو سال کی تھی، انھوں نے حضرت شہید کو دیکھا تھا، وہ اکثر حضرت شہیدؒ کا تذکرہ کرتیں، کہتی تھیں کہ حضرت اتنے قوی تھے کہ اپنے ہاتھ کی انگلیاں پھیلا کر بچوں کو جھلاتے تھے، جب جانے لگے تو فرمایا کہ اتنی مدت تک نہ لوٹوں تو سمجھنا شہید ہو گیا، حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی تقویۃ الایمان اور مولانا خرم علیؒ کی نصیحۃ المسلمین مطالعہ میں رہتی اور عورتیں، بچے، مرد سب اس کا مطالعہ کرتے۔

یہ ہیں میری تعلیم مطالعہ کے چند نقوش اور میرے بچپن کے تھوڑے حالات، اللہ تعالیٰ ہر بہن اور بیٹی کو اچھی کتابیں پڑھنے اور نیک صحبت و تربیت کی توفیق دے۔

شروع اللہ کے نام سے

مولانا محمد تقی عثمانی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ "ہر وہ اہم کام جو اللہ کے نام شروع نہ کیا جائے ادھورا ہے" چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اہم کام کو "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سے شروع کرنے کی تاکید فرمائی ہے یہاں تک کہ کھانا کھاتے وقت، پانی پیتے وقت، سواری پر سوار ہوتے وقت، کوئی خط یا تحریر لکھتے وقت غرض ہر قابل ذکر مشغلے کے شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھا کرتے تھے۔

بظاہر یہ ایک مختصر سا عمل ہے جسے بعض اوقات ایک رسمی کارروائی سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے لیکن درحقیقت یہ کوئی رسم نہیں بلکہ اس سے ایک بہت بنیادی فکر کی آبیاری مقصود ہے یہ ایک ایسی اہم حقیقت کا اعتراف ہے جس کو پیش نظر رکھنے سے زندگی کے تمام مسائل کے بارے میں انسان کا پورا نقطۂ نظر اور معاملات طے کرنے کے لیے اس کی پوری سوچ ہی بدل جاتی ہے یہ اس بات کا اعلان ہے کہ اس کائنات کا کوئی ذرہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مشیت کے بغیر حرکت نہیں کر سکتا۔ انسان کو اپنی عملی زندگی میں اسباب کو اختیار کرنے کا حکم ضرور دیا گیا ہے، لیکن نہ تو یہ اسباب خود بخود وجود میں آ گئے ہیں اور نہ اسباب میں بذات خود کوئی کارنامہ انجام دینے کی طاقت موجود ہے حقیقت میں ان اسباب کو پیدا کرنے والا اور ان میں تاثیر پیدا کر کے ان کے نتیجے میں واقعات کو وجود میں لانے والا کوئی اور ہے

اس کی ایک سادہ سی مثال یہ ہے کہ ہم جب پانی پینا چاہتے ہیں تو بسا اوقات غفلت اور بے دھیانی کے عالم میں پی کر فارغ ہو جاتے ہیں۔ ایک ظاہر بین انسان زیادہ سے زیادہ اتنا سوچ لیتا ہے کہ اسے پانی کس کنویں یا دریا اور جھیل سے کیسے پہنچا؟ لیکن انسان کی پیاس بجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ نے کائنات کی کتنی قوتیں اس کی خدمت میں لگا رکھی ہیں؟ اور اس کے لیے کیسا عجیب و غریب نظام بنایا ہوا ہے؟ اس کا دھیان بہت کم لوگوں کو آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پانی کا عظیم الشان ذخیرہ سمندروں کی شکل میں محفوظ فرمایا ہے اور اسے سڑنے سے بچانے کے لیے اول تو اسے نمکین بنا دیا اور دوسری طرف اسے ہر دم اس طرح رواں دواں کر دیا ہے کہ اس کی موجیں حرکت اور بے تابی کی علامت بن گئی ہیں۔ باوجود یہ کہ اس میں روزانہ ہزارہا جانور مرتے ہیں لیکن یہ پانی کبھی سڑتا نہیں ہے لیکن انسان کے لیے پانی کے اس عظیم الشان ذخیرے سے براہ راست فائدہ اٹھانا ممکن نہیں تھا۔ اس لیے کہ اول تو اس پانی کی کڑواہٹ ایسی ہے کہ اسے انسان پی نہیں سکتا، دوسرے اس پانی کا حصول صرف آس پاس بسنے والوں کے لیے ہی ممکن ہے دور رہنے والے اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک طرف سمندر سے مون سون اٹھا کر اس میں ایک ایسا خودکار پلانٹ نصب کر دیا ہے جس کے ذریعے سمندر کے کڑوے پانی کو میٹھا کرنے کا حیرت انگیز نظام کسی انسانی محنت یا مالی خرچ کے بغیر مسلسل جاری ہے۔ دوسری طرف اس مون سون کو بادلوں کی شکل دے کر ایک مفت ائرکارگو سروس فراہم کر دی گئی ہے جس کے ذریعے یہ سیال پانی ہوا میں تیرتا اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں میل کی مسافت طے کرتا ہے چنانچہ اس کی فضائی پرواز نے دنیا کے ہر خطے کو سمندر کا پانی میٹھا کر کے سپلائی کرنے کی ذمہ داری لے رکھی ہے۔

لیکن نہ تو انسان یہ برداشت کر سکتا تھا کہ اس پر ہر وقت بادل چھائے رہیں اور بارش برستی رہے اور نہ اس میں یہ طاقت تھی کہ وہ سال بھر یا چھ مہینے کا پانی ایک ساتھ اکٹھا کر کے رکھ سکے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت نے یہ انتظام فرمایا کہ بادلوں کا یہ پانی پہاڑوں پر برسا کر اس کے منجمد ذخیرے برف کی شکل میں محفوظ فرما دیے۔ پانی کا یہ دلفریب کولڈ اسٹوریج پہاڑوں کی چوٹیوں پر دل آویز نظارے تو فراہم کرتا ہی ہے لیکن اس کا اصل کام ہماری پیاس بجھانے کا انتظام ہے۔

پھر انسان کو یہ تکلیف بھی نہیں دی گئی کہ وہ اس برفستان میں خود جا کر اپنی ضرورت پوری کرے بلکہ اسے سورج کی گرمی سے پگھلا کر دریا اور پہاڑی نالے بنا دیے گئے اور اس کے علاوہ پانی کے سوتوں کے ذریعے زمین کے کونے کونے میں ایسی پائپ لائن بچھا دی گئی ہے کہ انسان جہاں سے زمین کھودے وہیں سے پانی برآمد ہو جاتا ہے

سمندر سے پانی اٹھا کر اسے پہاڑوں پر محفوظ کرنے اور پھر زیر زمین پائپ لائن کے ذریعے دنیا کے چپے چپے تک اسے پہنچانے کے اس عظیم الشان سلسلے میں کہیں بھی انسانی عمل یا اس کی فکر و کاوش اور منصوبہ بندی کا کوئی دخل نہیں ہے انسان کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ ان بہتے ہوئے دریاؤں یا زمین میں پوشیدہ سوتوں سے اپنی ضرورت کے مطابق پانی حاصل کر لے اگرچہ یہ کام پانی کی سپلائی کے مذکورہ بالا قدرتی اور آفاقی نظام کے مقابلے میں نہایت محدود اور مختصر ہے لیکن اس محدود سے کام کی انجام دہی میں بھی انسان بڑی مشقت اٹھاتا، بہت روپیہ خرچ کرتا اور کائنات کے دوسرے وسائل سے کام لیتا ہے۔

پانی کا ہر وہ گھونٹ جو ہم ایک لمحے میں اپنے حلق سے اتار لیتے ہیں آب رسانی کے اس طویل عمل سے گزر کر ہم تک پہنچتا ہے جس میں سمندر، بادل، پہاڑ، آفتاب، ہوائیں، ندی نالے، زمین اور اس میں پوشیدہ خزانے، اس پر چلتے ہوئے جانور اور بالآخر انسان اور اس کے بنائے ہوئے آلات، سب اپنا اپنا کردار ادا کر چکے ہوتے ہیں۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی کہ پانی پینے سے پہلے "بسم اللہ" کہو یعنی اللہ کا نام لے کر پینا شروع کرو تو درحقیقت اس کا مقصد یہی ہے کہ پانی کی اس نعمت کے استعمال سے پہلے اللہ تعالیٰ کے اس احسان عظیم کو یاد کرو جس نے تمہارے ہونٹوں تک پانی کے یہ گھونٹ پہنچانے کے لیے کائنات کی کتنی قوتوں کو تمہاری خدمت میں لگا دیا ہے۔ اس پانی کے حصول کے لیے تم نے چند ظاہری اسباب ضرور اپنے عمل اور اپنی محنت سے اختیار کیے ہیں لیکن ان ظاہری اسباب کی رسائی ایک خاص حد سے آگے نہیں۔ اس حد کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا وہ محیر العقول نظام کام کر رہا ہے جو انسان کے عمل ہی نہیں اس کی سوچ اور تصور کی پرواز سے بھی ماوراء ہے۔

پھر ایک عام آدمی کو اس سے زیادہ کسی بات سے سروکار نہیں ہوتا کہ اسے پیاس لگی تھی جسے اس نے ایک گلاس پانی پی کر تسکین دے دی، لیکن یہ پانی حلق سے اتر کر کہاں جا رہا ہے؟ اور اس کے جسم کی کیا کیا خدمات انجام دے رہا ہے؟ اس کی طرف عام طور سے کسی کا دھیان بھی نہیں جاتا۔ ذرا غور سے کام لیں تو درحقیقت ہماری جسمانی مشینری کے ایک ایک پرزے کو پانی کی ضرورت تھی جس کے بغیر یہ مشینری کام نہیں کر سکتی تھی، لیکن چونکہ عام انسان یہ بھی پتہ نہیں لگا سکتا کہ اس کے جسم میں کب پانی کی مطلوبہ مقدار کم ہو گئی

ہے۔ اس لیے قدرت خداوندی نے اسے پیاس کی شکل میں ایک عام فہم میٹر عطا کر دیا ہے جو ہر عالم اور جاہل شہری اور دیہاتی یہاں تک کہ نا سمجھ بچے کو بھی خود بخود یہ بتا دیتا ہے کہ اسے پانی کی ضرورت ہے وہ اسے صرف اپنے ہونٹ اور حلق کی ضرورت سمجھتا ہے اور انہی دو چیزوں کو تر کر کے مطمئن ہو جاتا ہے کہ پیاس بجھ گئی لیکن درحقیقت پانی کا اصل فائدہ اس سے کہیں آگے ہے۔ وہ صرف ہونٹ اور حلق کی نہیں پورے جسم کی مانگ تھی اور وہ حلق سے گزر کر جسم کے ہر اس حصے کو سیراب کرتا ہے جسے اپنی زندگی برقرار رکھنے کے لیے اس کی ضرورت تھی اور اس طرح جسم کی اندرونی پائپ لائن کے ذریعہ وہ پانی سر سے لے کر پاؤں تک ضرورت کی تمام جگہوں تک پہنچایا جاتا ہے۔ پھر جتنے پانی کی جسم کو ضرورت ہوتی ہے اتنا جسم میں باقی رہتا ہے اور باقی حصہ جسم کی دھلائی کرنے کے بعد اپنے ساتھ مضر اجزاء کو بہا کر دوبارہ جسم سے نکل جاتا ہے۔

مشہور ہے کہ ہارون رشید ایک مرتبہ پانی پینے کے لیے گلاس ہاتھ میں لیے ہوئے تھے وہ اس گلاس کو ہونٹوں تک لے جانے لگے تو قریب ہی بیٹھے ہوئے بہلول مجذوب نے ان سے کہا کہ امیر المومنین! ذرا ایک لمحہ کے لیے رک جائیے۔ ہارون رشید رک گئے تو بہلول نے کہا: ذرا یہ بتائیے کہ اگر شدید پیاس کے وقت آپ کو یہ پانی نہ ملے تو آپ اسے حاصل کرنے کے لیے کتنی دولت خرچ کر دیں گے؟ ہارون رشید نے کہا "ساری دولت" بہلول نے کہا، اب اسے پی لیجئے جب وہ پی کر فارغ ہوئے تو بہلول نے پھر پوچھا کہ امیر المومنین! ذرا یہ بھی بتا دیجئے کہ جتنا پانی آپ دن بھر میں پیتے ہیں اگر وہ سارے کا سارا جسم کے اندر ہی رہ جائے اور باہر نہ نکل سکے تو اسے باہر نکالنے کے لیے آپ کتنی دولت خرچ کریں گے؟ ہارون نے پھر کہا کہ "ساری دولت"۔ اس پر بہلول نے کہا آپ کی ساری دولت ایک گلاس پانی کو جسم میں داخل کرنے اور اسے باہر نکالنے کی قیمت بھی نہیں ہے۔"

کہنے کو یہ ایک لطیفہ ہے لیکن واقعتاً یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو بدیہی ہونے کے باوجود نظروں سے اوجھل رہتی ہے۔

روٹی کے اس نوالے کو ہی دیکھ لیجئے جو ہم ایک لمحے میں حلق سے اتار لیتے ہیں ایک ظاہر بیں نگاہ صرف اس حد تک جاتی ہے کہ ہم نے اپنے کمائے ہوئے پیسوں سے بازار سے آٹا خرید اور اس سے روٹی تیار کر لی لیکن بازار تک اس آٹے کو پہنچانے کے لیے کائنات کی کتنی طاقتیں سرگرم عمل رہیں اس کی طرف عموماً نگاہ نہیں جاتی۔ انسان کا کام اتنا ہی تو تھا کہ وہ زمین میں ہل چلا کر اس میں بیج ڈال دے۔ لیکن کون ہے جس نے اس چھوٹے سے بیج میں ایسا پروسیسنگ پلانٹ لگایا کہ اس میں سے کونپل پھوٹ نکلی؟ کون ہے جس نے مٹی کی دبیز تہوں میں اس کونپل کی پرورش کی اور اسے یہ قوت عطا کی کہ وہ اپنے منحنی جسم کی لچک دار نوک سے زمین کا پیٹ پھاڑ کر نمودار ہو اور ایک لہلہاتی ہوئی کھیتی میں تبدیل ہو جائے؟ پھر کون ہے جس نے اس پر چاند سورج کی کرنیں بکھیر دیں؟ اسے لہراتی ہوئی ہواؤں کا گہوارہ فراہم کیا؟ اس پر بادلوں کا شامیانہ تان کر اس کو جھلسنے سے بچایا اور اس پر رحمت کا مینہ برسا کر اس کی نشو ونما کی رفتار تیز کر دی، یہاں تک کہ ایک ایک کھیت میں سینکڑوں خوشے اور ایک ایک خوشہ میں سینکڑوں دانے وجود میں آ گئے؟ قرآن کریم اسی حقیقت کو یاد دلاتے ہوئے کہتا ہے:۔

"ذرا بتاؤ تو سہی کہ جو کچھ تم زمین کو گاہ کر اس میں ڈال دیتے ہو؟ کیا تم اسے اگاتے ہو یا ہم ہیں اگانے والے؟" (الواقعہ)

لہٰذا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں کہ کھانا کھانے سے پہلے "بسم اللہ" کہو تو اس کا مقصد اسی حقیقت کی طرف توجہ دلانا ہے کہ اس نوالے کا حصول صرف تمہاری قوت بازو کا کرشمہ نہیں بلکہ یہ اس دینے والے کی دین ہے جس نے اسے تم تک

پہنچانے کے لیے کائنات کی عظیم طاقتوں کو تمہارے لیے رام کر دیا لہٰذا اس نوالے سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اس دینے والے کو فراموش نہ کرو، یوں تو اللہ تعالیٰ کی یہ عطا اس کی ہر مخلوق کے لیے عام ہے، کھانا اور پانی جانوروں کو بھی ملتا ہے لیکن جس انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل و شعور بخشا ہے اس میں اور بے شعور جانور میں اتنا فرق تو ہونا چاہیئے کہ یہ باشعور مخلوق ان نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے وقت غفلت کا مظاہرہ کرنے کے بجائے اپنے محسن حقیقی کو یاد کر لیا کرے۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نہ خوری

یہ دو تو سادہ سی مثالیں تھیں لیکن زندگی کے جس کسی کام کو لیجئے غور کرنے سے ہر جگہ صورت حال یہی ملے گی کہ انسانی محنت اور ظاہری اسباب کا عمل بہت چھوٹے سے دائرے تک محدود ہے، اس محدود دائرے کے پیچھے جھانک کر دیکھئے تو دنیا کا ہر چھوٹے سے چھوٹا واقعہ ایک ایسے نظام ربوبیت کے ساتھ بندھا ہوا ہے جس کی حکمتیں لامحدود ہیں اور جس میں انسان کی محنت، کوشش، وسائل اور منصوبہ بندی کا کوئی دخل نہیں ہے لیکن عام طور سے انسان کی محدود نگاہ ظاہری اسباب سے آگے نہیں بڑھتی اور وہ شب و روز اسی زمین کے پیچ و خم میں الجھا رہتا ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام اسی لیے دنیا میں تشریف لاتے ہیں کہ وہ انسان کو اس تنگ نظری سے نجات دلا کر اس کی نگاہ کو وسعت اور سوچ کو گہرائی عطا کریں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کام کو اللہ کے نام سے شروع کرنے کی تعلیم دے کر زندگی کے ہر شعبے میں انسان کا رشتہ اپنے مالک سے جوڑنے کی کوشش فرمائی ہے کیونکہ جب انسان اپنے ہر کام کو بالآخر اللہ تعالیٰ کی مشیت و تخلیق کا اتباع قرار دیتا ہے اور بار بار اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہے اور اللہ کی بڑائی کا اعلان کرتا ہے تو رفتہ رفتہ اس کے دل میں یہ شعور جڑ پکڑ لیتا ہے کہ وہ اس دنیا میں خالق و مالک بن کر نہیں، بلکہ مخلوق اور اپنے مالک کا بندہ بن کر آیا ہے یہ احساس بندگی اس کے دل میں تواضع عاجزی ہمدردی اور غم گساری پیدا کرتا ہے اور فرعونیت، تکبر اور رعونت کے رذیل جذبات سے اس کی حفاظت کرتا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ اس دنیا میں جبر و استبداد اور ظلم و ستم کے واقعات اسی وقت وجود میں آتے ہیں جب انسان اپنی حقیقت کو فراموش کر کے اپنے خالق سے رشتہ توڑ لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو خالص اپنی قوت بازو کا کرشمہ قرار دے کر اپنے آپ ہی سب کچھ سمجھ بیٹھتا ہے لیکن جو شخص قدم قدم پر اللہ کا نام لے کر یہ اعتراف کر رہا ہو کہ میرا ہر کام میرے مالک و خالق کا مرہون منت ہے اس کے دل پر غرور و تکبر کی سیاہی کا کوئی دھبہ نہیں پڑتا اور وہ دوسری مخلوق خدا کے ساتھ بھی کبھی ظلم و تشدد کا روادار نہیں ہو سکتا۔

"بسم اللہ یا شروع اللہ کے نام سے" بظاہر مختصر سے لفظ ہیں لیکن ان کے پیچھے حقائق و معارف کی ایک کائنات پوشیدہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کام

(باقی صفحہ ۳۲ پر)

بمبئی دیں
دل کی گہرائیوں میں اُتر جانے والا
مٹھاس کی دُنیا میں ایک ہی نام
طہورا سوئیٹس
ناگپاڑہ جنکشن بلاسس روڈ بمبئی ۸
فون: ۳۰۸۲۷۳/۳۰۹۱۳۱۸
افلاطون، نان خطائیاں
ڈرائی فروٹ برفی، انجیر برفی
اخروٹ برفی، ملائی برفی
ملائی میٹھو، پائن ایپل حلوا
دودھی حلوا، بادامی حلوا
گلاب جامن نیز قسم قسم کے
لڈو اور مختلف قسم کی مٹھائیاں

سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سرچشمۂ ہدایت

محمد صدیق فضل

دنیا میں جتنے بھی انبیاء کرام تشریف لائے سبھی کا فرض منصبی یہ قرار پایا کہ نسل انسانی کو عقائد و اعمال کی تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں اور ان کے اخلاق کو آراستہ کریں اور ان کو اس راہ راست پر لائیں جس کے لیے ان کی تخلیق ہوئی ہے اور نسل انسانی کے لیے ایسا جامع نظام فکر و عمل پیش کریں جو تمام نوع بشر کے لیے یکساں مفید ہو، اور انفرادی اور اجتماعی زندگی کا احاطہ کرتا ہو۔ انبیاء کرامؑ نے اپنا فرض منصبی بخیر و خوبی انجام دیا اور انسانی معاشرے کو اعلیٰ کردار و عمدہ اخلاق کے سانچے میں ڈھالنے میں کامیاب ہوئے۔

اللہ رب العزت کی جانب سے بندوں کی ہدایت کی ترسیل کا سلسلہ اولین پیغمبر حضرت آدمؑ سے شروع ہو کر آخری پیغمبر نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جا کر منتہی ہوا اس لیے آخری آسمانی کتاب قرآن مجید اور پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور ان کے اخلاق و کردار کو عالم انسانیت کے لیے ابدی معیار زندگی اور مثالی نمونہ حیات قرار دیا گیا۔ اور دین کی اصل بنیاد تو وحی الٰہی یعنی قرآن ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ، آپ کی تعلیمات جلیلہ آپ کے اخلاق کریمہ اور اوصاف حمیدہ قرآن کریم کی حسین عملی تفسیر ہیں جسے دینی اصطلاح میں سنت کہا جاتا ہے اور اس بارے میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ وغیرہ کے بارے میں تبصرہ کیا کہ (کان خلقہ القرآن) کہ قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گرانقدر شخصیت کے تمام بے مثال پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے گویا قرآن کو سمجھنے کے لیے آپ کی ذات گرامی اور آپ کی ذات گرامی کو سمجھنے کے لیے قرآن کے سوا کوئی طریقہ نہیں، ان دونوں کو ایک دوسرے کے تناظر میں سمجھنا اسلام کو بتمام و کمال جاننا ہے کیونکہ ان دونوں کا سرچشمہ ایک ہی ہے۔ یہ بات مسلم ہے کہ قرآن کو سمجھنے کے لیے آپ کی ذات گرامی کو سمجھنا اور قرآن پر عمل کرنے کے لیے آپ کی سنت مبارک پر عمل کرنا ضروری ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا ہدایت ہیں اور آپ کی سنت مبارکہ ہی منزل مقصود ہے دنیا میں جتنے بھی پیغمبر آئے اور وقت مقررہ پر اپنا فرض پورا کر کے تشریف لے گئے، ان کے وقتوں میں ان کی قوموں نے ان کی سنتوں اور طور طریقوں کو باقی رکھا لیکن بعد میں وہ محفوظ نہیں رہیں لیکن یہ اللہ کا انعام اور فیضان ہے اس امت پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے تمام گوشے اور تمام پہلو آج بھی روشن اور محفوظ ہیں اور آپ کی سنتوں کو زندہ رکھنے کے لیے صحابہ کرامؓ کی کوششیں اور قربانیاں قابل ستائش اور قابل مدح ہیں یہ دستور سرمدی حیات انسانی کے ایک ایک شعبہ کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ آپ نے چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے اور ملنے جلنے کے آداب سکھائے نظم و نسق اور عدل و انصاف کے عالمگیر ضابطے بتائے، علم کی فضیلت اور عمل کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ اخوت و مساوات کے تقاضے ذہن نشین کرائے، ہمسایوں اور ہم جلیسوں سے برتاؤ کے مراتب سکھائے، ماں باپ اور اولاد کے تعلقات و معاملات سے آشنا کرایا امیروں غریبوں، امیروں اور غلاموں سے برتاؤ کے طریقے بتائے ازدواجی زندگی کے رہنما اصول مقرر فرمائے غمی اور خوشی میں جذبات پر قابو رکھتے ہوئے افراط و تفریط سے بچنے کی ہدایت فرمائی۔ غرض آپ کی تعلیمات آپ کی سنت زندگی کے تمام گوشوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے آپ کے پیکر نور ہیں ہر عہد میں اجالا ہے آپ ابدی سرچشمۂ رشد و ہدایت ہیں آپ کی اتباع کے سوا ہر قدم بے اماں اور ہر سفر رائیگاں ہے۔ آپ کا فیضان قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لیے معیار صداقت ٹھہرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محض ایک روحانی شخصیت یا فصیح البیان واعظ نہیں تھے بلکہ عقائد و تصورات سے لے کر عملی زندگی کے تمام گوشوں تک مسلم سوسائٹی کی پوری تشکیل آپ ہی کے بتائے سکھائے اور مقرر کیے ہوئے طریقوں پر ہوئی۔ ایمان بالرسول کا تقاضا ہے کہ جب ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رہنما جانتے اور مانتے ہیں تو خود کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و صورت کے سانچے میں ڈھالیں اور اسے اپنی زندگی کا نصب العین قرار دے کر دنیا و آخرت میں سرخروئی کا سامان کریں۔

بقیہ: جرأت ایمانی

اور انتہائی صبر و استقامت سے کہا: کیا اس سوار کے اترنے کا وقت ابھی نہیں آیا" حجاج نے حضرت اسماءؓ کو بلوا بھیجا، وہ نہ گئیں۔ حجاج نے پیغام بھیجا کہ اگر نہ آئیں تو چوٹی پکڑوا کر گھسٹواؤں گا۔ وہ پھر بھی نہ گئیں تو حجاج خود ان کے پاس پہنچا۔ حضرت اسماءؓ نے اس سے کہا کہ "تو نے ان کی (حضرت عبد اللہؓ) کی دنیا بگاڑی انھوں نے تیری عاقبت خراب کر دی۔" چند دنوں بعد عبد الملک کا حکم پہنچا تو حجاج نے لاش اتروا کر یہودیوں کے قبرستان میں پھنکوا دی۔ حضرت اسماءؓ نے لاش منگوا کر گھر میں غسل دلوایا۔ جنازہ کی نماز پڑھی گئی، ماں نے ہاتھ اٹھا کر خدا کے حضور بیٹے کی مغفرت کی دعا کی۔ اس وقت لاش کی کیفیت یہ تھی کہ حضرت عبد اللہؓ کا جوڑ جوڑ الگ تھا نہلانے کے لیے جو عضو اٹھایا جاتا، وہ الگ ہی چلا آتا مگر صبر و استقامت کی پیکر "السابقون الاولون" میں شامل اولوالعزم صحابیہ نے صبر و استقلال اور جرأت ایمانی کا سبق آموز مظاہرہ فرمایا کہ "خدا کی رحمت ان ہی پارہ پارہ ٹکڑوں پر نازل ہوتی ہے۔" اس کے ایک ہفتہ کے اندر حضرت اسماءؓ درخشندہ اور تابندہ ایمانی روایات چھوڑ کر راہی ملک بقا ہوئیں۔

اسی کے سہارے پر

رحمت اللہ تسنیم

جو کہ سنتا ہے سب کی پکارے پر
اور لیتا خبر ہے اشارے پر
آئی ہوں میں اسی کے سہارے پر
اور بیٹھی ہوں اس کے دوارے پر
اس نے فرمایا مانگو ہمیں سے تم
اور بیٹھو ہمارے سہارے پر
دیکھ محروم واپس نہ جائیں ہم
بیٹھے ہیں خاص تیرے سہارے پر
روزی ان کو عطا کر خزانے سے
جو کہ بیٹھے ہیں تیرے سہارے پر
کام بگڑے بنا دے کرم سے اب
بگڑی بنتی ہے تیرے اشارے پر
ناز مجھ کو بہت ہے کریمی پر
جیتی ہوں میں اسی کے سہارے پر
غوطہ زن بحر عصیاں میں کشتی میری
پار بیڑا لگا دے کنارے پر
آخرت میں عطا ہوں وہ درجے مجھے
رشک کر جائیں لوگ اس نظارے پر
دیکھ تسنیم خالی نہ جائے اب
ہے فقط یہ تمھارے سہارے پر

محمد کبیر احمد، اعوان ٹاؤن، لاہور

جرأت ایمانی کی پیکر

حضرت اسماء رضی بنت ابی بکرؓ

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ اوائل بعثت میں اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر داخل اسلام ہوئیں جب صرف سترہ دوسرے لوگ مسلمان تھے! اس طرح "السابقون الاولون" میں آپ کا اٹھارہواں نمبر ہے یہ وہ زمانہ تھا جب مسلمان اسلام کو مکہ کے مشرکین سے پوشیدہ رکھتے تھے کہ کہیں ان کو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کی پاداش میں قتل نہ کر دیا جائے۔ حضرت اسماءؓ کے شوہر سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی اور "عشرہ مبشرہ" میں شامل صحابی تھے۔ یہ بھی حضرت اسماءؓ کا افتخار تھا کہ ہجرت کے لیے روانگی کے وقت آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے والے تھیلے اور مشکیزہ کا منہ انھوں نے اپنے کمر بند (نطاق) کے دو ٹکڑے کر کے باندھے تھے، جس پر رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ذات النطاقین کا لقب عطا فرمایا تھا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت اور غار ثور میں قیام کے راز کی امین تھیں۔ جب ابوجہل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کی نیت سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مکان پر پہنچا تو حضرت اسماءؓ نے ہی دروازہ کھولا اور دریافت کرنے پر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ نہ فرمایا تو ابوجہل نے ان کو اتنا زور کا تھپڑ مارا کہ ان کے کان کی بالی ٹوٹ کر دور جا پڑی، مگر حضرت اسماءؓ نے خاموشی اور صبر اختیار کیا۔ بعد میں جب آپ ہجرت کر کے راستے میں مدینہ پہنچیں تو قبا میں ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے اور انھیں ہجرت کے بعد مسلمانوں میں مولود اول ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔

حضرت اسماءؓ کے بیٹے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت حسینؓ کے رفقا میں سے تھے انھوں نے مکہ میں پناہ گزین ہو کر اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ جب عبدالملک بن مروان تخت نشین ہوا تو اس نے حضرت عبداللہ پر لشکر کشی کے لیے حجاج بن یوسف کو بھیجا حجاج نے مکہ مکرمہ کا محاصرہ کر لیا۔ ان دنوں حضرت اسماءؓ بیمار تھیں۔ ایک دن حضرت عبداللہؓ والدہ کی مزاج پرسی کے لیے گئے، ان کی عمر کے پیش نظر فرمایا کہ "موت میں بڑی راحت ہے" اولوالعزم ماں نے جواب میں کہا کہ شاید تجھے میرے مرنے کی آرزو ہے لیکن میں تمھارا انجام دیکھ کر مرنا چاہتی ہوں۔ اگر تم کو شہادت نصیب ہو تو اپنے ہاتھوں سے تمھارا کفن دفن کروں اور اگر تم کو فتح نصیب ہو تو میرا دل ٹھنڈا ہو۔"

چند دنوں بعد جب حضرت عبداللہؓ کے تقریباً سارے ساتھی چھوٹ گئے اور ان کو وقت شہادت نظر آنے لگا تو وہ پھر اپنی عظیم والدہ حضرت اسماءؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلح کا خیال ظاہر کیا تو ماں بولیں کہ "بیٹا قتل کے خوف سے ذلت آمیز صلح بہتر نہیں" فرمانبردار بیٹے نے ماں کی نصیحت قبول کی اور مردانہ وار لڑتے ہوئے شہادت کی سعادت حاصل کی۔ حجاج بن یوسف نے ان کی نعش سولی پر لٹکا دی۔ تین دن بعد حضرت اسماءؓ بیٹے کی نعش پر آئیں

(باقی صفحہ ۲۵ پر)

مولانا حفظ الرحمن

حضرت شاہ فرید الدین بغدادیؒ

جن کی تبلیغی کاوشوں سے جنوب مشرقی کشمیر میں اسلام پھیلا

علماء و مشائخ اسلام نے تاریخ عالم میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ ان حضرات نے ہر موقع پر اسلام کی بقاء کے لیے قربانیاں پیش کیں اور اس کی اشاعت و حفاظت کی خاطر انتھک جدوجہد کی۔ ہمارے اسلاف جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے داعی اور امین رہے ہیں اور جنھوں نے ہر طور اور ہر ذریعے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام محبت کو عام کیا، جنھوں نے انسانیت، محبت، ہمدردی، جگر سوزی اور دردِ سر دل کے لیے مر مٹنے کی لازوال مثال قائم کی جنھوں نے کامیابی اور آخرت میں نجات خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کا طریقہ بتایا، بندوں کا رشتہ ایک معبودِ حقیقی یعنی خداوند قدوس سے جوڑا، عبادت کی پر پیچ وادیوں سے نکال کر لوگوں کو عبادت کا صحیح، سیدھا اور سچا طریقہ بتایا۔ ضروری ہے کہ ایسی پاکیزہ ہستیوں کی حیات طیبہ کے حالات کا جائزہ لے کر اپنے لیے مشعل راہ اور زندگی کا کوئی متعین اور نجات کا راستہ دریافت کریں چنانچہ ان ہی بزرگ ہستیوں میں سے ایک ہستی حضرت شاہ فرید الدین بغدادیؒ کی ہے جو اپنے وطن عزیز کو چھوڑ کر نیز اپنے عزیز و اقارب کو خیرباد کہہ کر جموں و کشمیر کے ایک پہاڑی خطے ضلع ڈوڈہ میں اسلام کی دعوت لے کر آئے حتیٰ کہ اپنی جائے آرام بھی اسی خطے کے ایک مقام کشتواڑ میں بنائی۔

مبلغ اسلام حضرت سید شاہ فرید الدینؒ کا تولد سنہ ...اء مقام بغداد شریف میں ہوا حضرت شاہ صاحبؒ کا نسب نامہ اس طرح ہے:

حضرت شاہ فرید الدینؒ بن سید مصطفیٰؒ بن سید عبداللہؒ بن سید یحییٰ زاہدؒ بن عبدالرزاق ثانی بن عبدالقادر ثانیؒ بن بدر الدین حسینؒ بن علاء الدین علیؒ بن شمس الدین عبداللہ بن شرف الدین یحییٰ زکریا خرد بغدادی بن شہاب الدین احمد ظہور الدین بن ابی صالح محی الدین ابی نصر محمد بن عماد الدین تحفۃ القضاتؒ بن ابوبکر تاج الدین عبدالرزاق بن سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ بن ابو صالح موسیٰ جنگی دوستؒ بن ابی عبداللہ عبدالکریم عبداللہ جیلی جیلانیؒ بن یحییٰ زاہدؒ بن شمس الدین محمد ملکؒ بن ابوبکر داؤد ملکؒ بن موسیٰ ثانیؒ بن عبداللہ ثانیؒ بن موسیٰ الجونؒ بن عبداللہ المحضؒ بن محمد الحسن المثنیٰؒ بن حضرت امام حسنؓ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

تعلیم و تربیت

حضرت شاہ صاحبؒ کی عمر مبارک اٹھارہ سال کی ہو گئی تو آپ نے علم قرآن و حدیث فقہ و جملہ علوم حاصل کر کے پورے بغداد میں شہرت پائی تمام بغداد کے علماء و فضلاء سب آپ کا بے حد احترام کرنے لگے۔ آپ نے معرفت کی ساری منزلیں طے کیں۔

جب حضرت شاہ صاحبؒ کی عمر مبارک بائیس سال ہو گئی تو آپ کی شادی کا انتظام ہونے لگا مگر آپ نے اس طرف کوئی توجہ نہ دی اور حج کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے وہاں سے آپؒ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار اقدس میں حاضر ہوئے آپؒ نے یہاں بہت عرصہ قیام کیا اور وہاں سے آپؒ مصر کے لیے روانہ ہوئے مصر سے واپسی پر ایک نیک سیرت سادات خاندان میں ہی ایک لڑکی کے ساتھ آپؒ کی شادی کر دی گئی۔

دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب میں حکم ہوا کہ کشتواڑ (ضلع ڈوڈہ میں جموں وکشمیر کا قصبہ) چلے جاؤ وہاں کفر کی ظلمت نے چاروں طرف ظلمت پھیلادی ہے آپؒ نے اسی صبح ہندستان کی جانب اپنی زوجہ محترمہ شہزادی زاہدہ بیگم صاحبہ کے ہمراہ سفر کا آغاز کیا ایران سے ہوتے ہوئے لاہور اور پھر دہلی پہنچ گئے، وہ دور شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کا ابتدائی دور تھا عالمگیرؒ نے آپؒ کا شاہانہ استقبال کیا۔ چند ایام کے قیام کے بعد آپؒ نے سیالکوٹ کی طرف رخت سفر شروع کیا سیالکوٹ سے جموں اور جموں سے گول گلاب گڑھ سے ہوتے ہوئے علاقہ ڈھینگ بٹل پہنچ گئے، راجہ ڈھینگ بٹل لشکری رائے نے اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر اور شاہ صاحبؒ کے مجاہدانہ عارفانہ مومنانہ چہرۂ مبارک دیکھ کر مع اہل خانہ اور درباریوں کے اسلام قبول کرلیا اور شاہ صاحبؒ سے استدعا کی کہ آپ میری لڑکی کو اپنے نکاح میں قبول فرمائیں اسی وقت نکاح ہوگیا۔ چند ایام قیام کے بعد آپؒ نے اپنی منزل کی طرف سفر شروع کیا۔ رام بن سے ہوتے ہوئے بلند گڑھ (موجودہ ڈوڈہ) شہر جا پہنچے اور دعوت و تبلیغ کے کام کا آغاز کیا۔ ڈوڈہ شہر سے اپنے خلفاء کو چاروں طرف روانہ کیا جن میں مشہور خلیفہ سید عبداللہ شاہؒ ہیں جنھیں بھدرواہ کی سرزمین کی جانب روانہ کیا۔ ان خلفاء کی کاوشوں سے اسلام کی پرزور روشنی پہاڑوں اور جنگلوں میں اجالا کرنے لگی یہ ان ہی مجاہدات کا ثمرہ ہے کہ آج ضلع ڈوڈہ کی سرزمین کے دشت و دھن صدائے اللہ اکبر کے پرشکوہ نعرے سے گونجتے ہیں اور کثیر تعداد میں مسلمان بڑی آن بان اور شان سے آباد چلے آرہے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد شاہ صاحبؒ کشتواڑ کی طرف روانہ ہوئے آپؒ نے بلند بالا پہاڑی راستوں خطرناک جنگلوں دشوار گزار دریاؤں پرپیچ راستوں کو عبور کرتے ہوئے (جو کہ خدا کی غیبی مدد اور بلند عزائم کے ساتھ ہی ممکن تھا) کشتواڑ پہنچ گئے۔

خطۂ ارض کشتواڑ کے راجہ "کریت مہا سنگھ" نے کوئی خاص توجہ نہ دی تو شاہ صاحب نے راجہ سے کہا کہ یا تو اسلام قبول کرکے نجات حاصل کرو یا حکومت سے دستبردار ہوجاؤ۔ راجا نے شاہ صاحبؒ سے کہا کہ کشتواڑ کی حدود سے باہر چلے جاؤ، مگر حضرت شاہ صاحبؒ جیسے ولی کامل مرد مومن نے فرمایا "اے راجا! کشتواڑ کی ساری حدود تو میرے نام لکھ دی گئی ہے تم تو صرف ایک خادم کے طور پر کام کروگے"۔ کچھ عرصے بعد راجا اپنے درباریوں کو ہمراہ لے کر آپؒ کی خدمت میں پہنچا اور آپؒ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا اور اسلامی نام سعادت یار خان پایا اس طرح کشتواڑ کے علاقے میں اسلامی حکومت کا آغاز ہوا۔ اس کے ساتھ ہی کشتواڑ کی عوام نے جوق در جوق حضرت شاہ صاحبؒ کے دست حق پر اسلام قبول کرنا شروع کیا۔

حضرت سید شاہ فرید الدینؒ جس مقصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے بغداد سے تشریف فرما ہوئے تھے وہ صرف اور صرف دعوت و تبلیغ اسلام تھا اس میں وہ کس حد تک کامیاب ہوئے اس کا اندازہ اس بات سے کیجئے کہ آج ضلع ڈوڈہ کے گوشہ گوشہ میں تبلیغی مشن قائم ہیں، خانقاہیں موجود ہیں، دینی مدارس قائم ہیں، صدائے اللہ اکبر کی پرشکوہ آوازے دشت و جبل قریہ قریہ دن رات گونجتے ہیں اور انشاء اللہ گونجتے رہیں گے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی عالمانہ و فاضلانہ شخصیت اور باعمل و صالح زندگی، زاہدانہ و مستغنیانہ، مجاہدانہ و مومنانہ وقار انسانیت کے لیے درد دل اور ہمدردی اور خدا پرست اور آخرت پسند بے لوث و بے غرض صفات و کمالات نے ضلع ڈوڈہ کے ہر مذہب و ملت سے متعلق انسان کو متاثر کیا اور شاہ صاحبؒ کا عقیدت مند بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ ضلع ڈوڈہ میں جتنے دینی مدارس ہیں سب شاہ صاحبؒ اور آپؒ کے فرزندان کے اسمائے گرامی سے موسوم ہیں۔

خصوصاً سرزمین بھدرواہ (ضلع ڈوڈہ) میں حضرت شاہ صاحبؒ کے نام سے سن ۱۹۸۹ء

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

مفتی [illegible] فاروقی

رشوت

ایک بڑھتا ہوا ناسور

رشوت ایک ایسا خطرناک مرض ہے کہ اگر وہ خدانخواستہ کسی معاشرے میں پھیل جائے تو وہاں کا امن وامان اور سکون و اطمینان تباہ و برباد ہوجاتا ہے۔ اس کے پھیلنے سے معاشرے کی نیک نامی کو دھبہ لگ جاتا ہے۔ لوگوں کے مابین جب رشوت ستانی عام ہوجائے تو اس پر قابو پانا بہت مشکل ہوجاتا ہے پھر لوگوں کی ضروریات اس کے بغیر پوری نہیں ہوتیں اس کے بغیر لوگ نفع کا حصول مشکل سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ رشوت کی سواری پر سوار ہوئے بغیر ان کو اپنے نقصان سے بظاہر بچاؤ نظر نہیں آتا اور وہ اپنے ناجائز مقاصد تک پہنچنے کے لیے رشوت کے گھوڑے کی زین سنبھالنا ضروری سمجھتے ہیں۔

قدیم و جدید زمانے کی رشوت

زمانۂ قدیم میں بھی رشوت کا رواج تھا لیکن بہت کم۔ لوگ رشوت لیتے ہوئے ڈرتے اور شرماتے تھے اور ان پر اس ناجائز فعل کے ارتکاب کے بعد ایک خوف سا طاری ہوجاتا تھا اور وہ اس بات سے خوفزدہ ہوتے کہ اگر اس کی خبر میرے کسی دوست، کسی گھر کے فرد یا ساتھ کام کرنے والے کو ہوگئی تو میں پھر منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں گا۔ وہ یہ سوچ کر پانی پانی ہوجاتا اور آئندہ اس سے بچنے کی پوری کوشش کرتا۔ خدا ہدایت دے آج کے اس نئے زمانے کے لوگوں کو کہ ان کے دل سے رشوت لینے اور دینے کا خوف بالکل نکل گیا۔ سرعام سڑکوں پر، دفتروں میں، کارخانوں میں، تھانوں میں اور ستم یہ کہ خود اس قانون کے محافظ اداروں میں رشوت کا بازار گرم ہے کوئی اس کو معیوب نہیں سمجھتا بلکہ زیادہ رشوت لینے کو فخر اور اپنی ہنرمندی سمجھا جاتا ہے اور اگر کوئی شریف النفس اس مکروہ فعل سے انکار کرے تو اس کو لعن طعن کیا جاتا ہے دقیانوسی کے خطاب دیے جاتے ہیں۔ کوئی افسر اس سے بچنا چاہے تو اس کا جینا حرام کردیا جاتا ہے۔ اس کے خلاف سازش کے ایسے جال بنے جاتے ہیں کہ وہ اپنی پوسٹ سے علاحدہ ہونے کو ہی اپنی عافیت سمجھتا ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

رشوت ایک ایسا مرض ہے کہ اگر کہیں اس کی جڑیں مضبوط ہوجائیں تو اس کو وہاں سے اکھاڑنا مشکل ہوجاتا ہے تقریباً ہر معاشرہ آج اس میں مبتلا ہے۔ کسی معاشرے کے صحت مند ہونے کی علامت اس دور میں اس کا رشوت سے بالکل چھٹکارا پانا نہیں رہا بلکہ شاذ و نادر واقعات بھی کہیں پیش آتے رہیں تو اس کو ایک مستحسن سوسائٹی کا درجہ دیا جاتا ہے۔

دین اسلام نے رشوت سے بچنے کی حد درجہ تاکید کی ہے دنیا و آخرت میں اس کی سزا بیان کی ہے اس کا مکروہ چہرہ سب کے سامنے بے نقاب کرکے رکھ دیا ہے اور اس کو ان اجتماعی نقصانات میں سے شمار کیا ہے جن سے بچنا نہایت ضروری ہے

کیونکہ اگر ایسے جرائم پر فوری طور پر قابو نہیں پایا جاتا تو اس کی جڑیں لوگوں کے اخلاق کی زمین میں مضبوط ہو جاتی ہیں پھر بد بودار پانی یعنی خوف خدا کا نہ ہونا اخلاق سے عاری ہونا اور مال و دولت کی محبت جیسے قبیح امور سے اس کی جڑوں کو سیراب کیا جاتا ہے۔

یہ بھی رشوت ہے

رشوت کبھی تو براہ راست ہوتی ہے اور کبھی کسی پردے کے پیچھے چھپی ہوئی ہوتی ہے جیسے ہدیہ کے طور پر کپڑے وصول ہونا، ڈبوں میں بند ہو کر مٹھائی آنا، چھوٹے بچوں کو از راہ شفقت کسی سے پیسے ملنا، گاؤں دیہاتوں سے پھلوں اور ترکاریوں کا وصول ہونا، اعانت و ہمدردی کی غرض سے روپے پیسے کا مل جانا ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ بڑا عہدہ ملنے کی وجہ سے ہوتا ہے یا کسی بڑی شخصیت کا صاحبزادہ ہونے کا اثر ہوتا ہے۔ اگر کسی کو تم سے اتنی ہی محبت تھی تو یہ انعامات کی بارش عہدہ ملنے سے پہلے کیوں نہ برسی؟ عقیدت و محبت کا اظہار اسی خاص موقع پر کیوں؟ یہ محبت تمھاری ذات سے نہیں بلکہ تمھارے عہدے اور تمھاری پوسٹ سے ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر تم کو اس عہدے سے ہٹا دیا جائے تو یہ سب ہدایا وغیرہ بند ہو جائیں ملاقاتوں کا سلسلہ منقطع ہو جائے، بچوں کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھنے والا کوئی نہ رہے۔ کیا اسی کا نام محبت ہے؟ کیا یہی تم سے ہمدردی ہے؟

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو ان حالات سے بے خبر نہیں رکھا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ تمام احکامات عطا کیے گئے، جن کی ضرورت قیامت تک آنے والی نسلوں کو پیش آئے گی آپ نے ولاۃ اور عمال کو صاف اور واضح لفظوں میں ہر قسم کے ہدایا لینے سے منع فرما دیا۔

اگر یہی بات ہے تو .....

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کسی جگہ عامل بنا کر بھیجا جنھیں "ابن اللتبیۃ" کہا جاتا ہے جب وہ ادھر سے واپس آئے تو خدمت اقدس میں عرض کیا: "یا رسول اللہ! یہ آپ کے لیے ہدیہ ہے اور یہ چیز مجھے ہدیہ دی گئی ہے"۔ راوی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سن کر غصہ آگیا اور فرمایا "اس آدمی کا کیا حال ہے کہ جسے ہم اپنے کسی کام کے لیے عامل بناتے ہیں تو وہ آگے سے آکر کہتا ہے کہ یہ آپ کے لیے ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے" اگر یہی بات ہے تو پھر وہ اپنے ماں باپ کے گھر میں کیوں نہیں بیٹھ رہتا پھر دیکھا جائے گا کہ اس کو کیا چیز ہدیہ میں ملتی ہے؟

بلا شبہ ہدیہ دل نرم کرنے کا ایک موثر ذریعہ ہے آپس کی محبت اور خلوص میں بڑھوتری کے لیے اس کے لین دین سے زمین ہموار ہوتی ہے لیکن ہدیہ دیتے وقت اپنی نیت کو خالص رکھنا چاہیے، ہدیہ کے ضمن میں اگر اپنے کسی کام کو نکالا جائے، تو یہ ہدیہ نہ ہوگا بلکہ رشوت بن جائے گی۔

عمال کے ہدایا رشوت ہیں

حضرت عمرؓ کو ایک مرتبہ رشوت دینے کی کوشش کی گئی لیکن آپؓ نے اس کے مقابلے میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو ترجیح دی ایک روایت ہے جو حضرت شعبیؒ سے منقول ہے: "ایک آدمی ہر سال حضرت عمرؓ کو ایک بکری کی ٹانگ دیا کرتا تھا۔ ایک دن وہ اپنا معاملہ دربار عمرؓ میں لے کر آیا اور کہا: یا امیر المومنین! ہمارے مابین ایک عمدہ فیصلہ کیجیے، جس طرح کہ ٹانگ کو تمام بکریوں سے جدا کر دیا جاتا ہے اور وہ آپ کی طرف پہنچ جاتی ہے آپ بھی ایک ایسا فیصلہ میرے حق میں کر دیں) حضرت عمرؓ نے فریقین کا موقف سنا اور اس شخص کے خلاف فیصلہ سنا دیا اور اپنے عمال کو لکھ بھیجا کہ خبردار! ہدایا بعینہ رشوت ہیں کسی سے کوئی ہدیہ قبول نہ کیا جائے۔

کہا جاتا ہے کہ جو شخص بکری کی ٹانگ ہدیہ دیا کرتا تھا وہ قریش کا ایک سردار تھا ابن قتیبہؒ نے اس کو ذکر کیا ہے (عیون الاخبار ۳/۱۴ البصائر ۱۳۹/۶)

حضرت عمرؓ جب ہدیہ قبول کرتے تھے تو وہ ہدیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے تھے مگر آپ نے اس کے بعد عمال کو تاکید فرمائی کہ "ہدایا بعینہ رشوت ہیں"۔ اس کے بعد آپ خود ہدیہ قبول کرنے سے ڈرتے تھے، جب رشوت دینے والا حضرت عمرؓ جیسی شخصیت کو باوجود یہ کہ وہ بڑے رعب و جلال والے تھے رشوت کے جال میں پھنسانے کی کوشش کر سکتا ہے تو ہما شما جو رعب اور دبدبے میں حضرت عمرؓ سے کہیں کم ہیں کیسے بچ سکتے ہیں؟ اس لیے اس بارے میں بہت زیادہ احتیاط ضروری ہے۔

رشوت خور جج اور حاکم

جب کسی ملک کے حکمراں طبقے کی طرف رشوت کی نسبت ہونے لگ جائے تو پھر اس ملک کا اللہ ہی حافظ ہے وہاں پھر کسی خیر کی توقع نہیں رکھی جا سکتی اس کا سب سے زیادہ اثر قضاۃ اور جج صاحبان پر پڑتا ہے اور یاد رکھیے کہ رشوت خور جج زیادہ خطرناک ہوتا ہے رشوت خور حاکم سے کیونکہ جج اس دنیا میں انصاف کی آخری دہلیز ہے اسی کے ہاتھ قرآن و سنت کے مطابق احکام شرعیہ کو نافذ کرنے کی امانت سپرد کی گئی ہے۔ لوگوں کو اس سے بڑی توقعات وابستہ ہوتی ہیں مظلوم بے چارا اپنے ظلم کا بدلہ لینے کے لیے عدالت میں جج ہی کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے جب وہ وہاں سے ناامید ہو جائے تو اور کون ہے اس دنیا میں اس کو انصاف دینے والا؟ اس کے زخموں پر مرہم رکھنے والا؟ اس کو آنے والی سلسل ہچکیوں کے آگے ہاتھ رکھنے والا؟

لیکن اگر اس کو انصاف نہ ملے تو پھر اس کے بعد کیا ہوتا ہے؟ وہ کسی سے مخفی نہیں۔ وہ مظلوم شخص قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کرتا ہے ظلم کا بدلہ اپنے ہاتھوں سے وصول کرنے کے لیے بے چین رہتا ہے۔ اس بے چینی میں اس کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں، وہ اس بارے میں اتنا مفکر ہوتا ہے کہ وہ خود مر جانے پر یا پھر دشمن کو نیست و نابود کرنے کی ٹھان لیتا ہے اور پھر وہ اس سے کہیں زیادہ خرابی کرتا ہے جو اس پر اس کے دشمن نے کی تھی اور یوں مار دھاڑ کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ حکومت کے کارندے بے بس ہو جاتے ہیں، ان کو اپنی جانوں کی فکر لاحق ہو جاتی ہے ان کے سامنے آگ و خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہوتی ہے لیکن وہ اس سے آنکھیں پھیر کر گزر جاتے ہیں اس سارے کھیل کا خمیازہ بے چارے عوام کو بھگتنا پڑتا ہے۔ ان کی زندگی اجیرن بن کے رہ جاتی ہے وہ ظالم اور قاتل کی بھی نشاندہی کرنے سے ہچکچاتے ہیں کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ اگر انھوں نے ایسا کیا تو آنے والا کل کا سورج ان پر تابیات طلوع نہ ہو سکے گا گھر میں بچے یتیم ہو جائیں گے عورتیں بیوہ ہو جائیں گی یہ ساری کی ساری خرابی مظلوم کو عدالت میں فوری اور سستا انصاف نہ ملنے کی وجہ سے پیدا ہوئی کیا ہے کوئی اس خون خرابے کو رد کرنے والا؟ کیا ہے کوئی مظلوموں کی دادرسی کرنے والا؟ کیا ہے کوئی رشوت جیسے گھناونے کھیل پر قابو پانے والا؟ اس طرح کی صدائیں لگاتے لگاتے پچاس سال بیت گئے، لیکن وہ سب صدا بہ صحرا ثابت ہوئیں۔

بنی اسرائیل کی ہلاکت کا سبب

بات رشوت کی چل رہی ہے کہا جاتا ہے کہ جب بنی اسرائیل کے جج سر عام فساد در شوت میں مبتلا ہو گئے، تو حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان پر عتاب نازل فرمایا۔ ابن اشوع فرماتے ہیں۔

"خدا کی قسم! بنی اسرائیل اس وقت ہلاک ہوئے جب ان میں کسی قاضی (جج) کو تلاش کیا گیا تو کوئی بھی اس کی صلاحیت نہ رکھتا تھا یعنی کسی شخص میں بھی امانت، دیانت داری اور علم اس درجے کا نہ تھا کہ جو قاضی بننے کی صلاحیت رکھتا اور لوگوں کو اپنے فیصلوں اور سیرت و کردار سے مطمئن کر سکتا۔

رشوت اللہ کی حاکمیت پر اعتراض

جو شخص ذرہ برابر بھی اللہ کا خوف رکھتا ہوگا وہ رشوت کی تہمت لگنے کے خوف سے کبھی اس کا ارتکاب نہیں کرے گا کیونکہ یہ خوف اس کی امانت داری کی علامت ہے اور امانت داری کی اہمیت اور اس کی وقعت انسان کے نزدیک ہر چیز سے بڑھ کر ہوتی ہے جو شخص امانت جیسی خصلت سے محروم ہو جاتا ہے گویا کہ وہ ہر اس چیز سے محروم کر دیا گیا جو انسان کے لیے قابل عزت ہے اور قابل فخر ہے اس کے برخلاف رشوت لینا انسان کی کمزوری کی دلیل ہے اور ہر ذی عقل و ذی شعور شخص اس چیز سے بچنے کی کوشش کرتا ہے جو انسان کو اخلاقی اعتبار سے کمزور کر دے۔

رشوت اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی حاکمیت پر ایک قسم کا اعتراض ہوتا ہے اس لیے کہ رشوت کمائی کا ایک ایسا ذریعہ ہے جو شریعت کی بیان کردہ حدود سے تجاوز ہے گویا کہ رشوت خور رشوت لے کر یہ بتانا چاہتا ہے کہ اے اللہ! کمائی کا ایک ذریعہ (العیاذ باللہ) رشوت بھی تھا جس کو آپ نے حرام قرار دے دیا لیکن میں اس کو اختیار کرتا ہوں اور رشوت لیتا ہوں۔ اللہ پاک اس سے ہماری حفاظت فرمائے۔

ایک مرتبہ میں گاڑی کے انتظار میں ناتھا خان گوٹھ پر کھڑا ہوا تھا وہاں ایک پولیس والے کو میں نے دیکھا کہ وہ بالکل سڑک کے بیچ کھڑا ہوا ہے۔ وہ ایک ہاتھ میں اپنی چھڑی اور دوسرے ہاتھ میں ایک کاپی پنسل لیے ہوئے تھا۔ جو گاڑی بھی آتی وہ اس کو چھڑی کے ذریعہ رکنے کا اشارہ کرتا گاڑی رک جاتی تو گاڑی کے ڈرائیور سے تھوڑی دیر مذاکرات ہوتے۔ مذاکرات اور آپس کی گفت و شنید جس نتیجے پر پہنچتی اس پر عمل درآمد ہونے کے بعد اس کو آگے جانے کی اجازت ملتی میں ششدر کھڑا یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا دل میں سوچا کہ آخر وہ کون سی اہم بات ہے جو ہر گاڑی والے کو روک کر اس کے گوش گزار کی جا رہی ہے اپنی گاڑی کا بھی شدت سے انتظار تھا لیکن قدرت شاید مجھے اس معاملے کی حقیقت تک پہنچانا چاہتی تھی۔ ہمت کرکے میں ذرا آگے بڑھ گیا کہ دیکھوں آخر کیا ہو رہا ہے؟ میں نے جو دیکھا... بس دیکھتا ہی رہ گیا، دل خون کے آنسو رونے لگا دراصل واقعہ کچھ یوں تھا کہ یہاں بس اسٹاپ کچھ دور آگے جا کر بنایا گیا ہے جو سڑک سے ذرا ہٹ کر ہے تاکہ ٹریفک کی آمد و رفت میں کوئی خلل نہ پڑے لیکن اکثر بسیں اپنی مقررہ جگہ سے پہلے ہی رک جاتی ہیں تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ پولیس مین ہر گاڑی کے ڈرائیور سے کوئی بات کرتا ہے پھر بعض ڈرائیور جلدی اور بعض دیر میں (اپنی اپنی حیثیت کے مطابق) اپنی جیب میں ہاتھ کی پانچوں انگلیاں داخل کرتے ہیں واپسی میں انگلیوں کے بیچ کچھ ہوتا ہے، پھر ڈرائیور اور پولیس والا دونوں ہاتھ ملاتے ہیں اس سے فراغت کے بعد ڈرائیور کا ہاتھ تو گاڑی کے اسٹیرنگ پر پہنچ جاتا ہے لیکن پولیس والا ڈرائیور کی تقلید کرتے ہوئے وہی عمل دہراتا ہے جو ابھی ڈرائیور نے کیا تھا (پانچوں انگلیاں اپنی جیب میں داخل کرتا ہے) یہ سب کچھ کرنے کے بعد پولیس والے کی حالت دیدنی ہوتی ہے وہ شاداں و فرحاں سڑک پر ٹہلتا ہے اتنے میں ایک دوسری گاڑی آجاتی ہے اور پھر وہی کچھ ہوتا ہے جو.....

گویا کہ پولیس والے سمجھتے ہوں گے کہ ہماری پانچوں انگلیاں گھی میں ہیں لیکن شعور رکھنے والا آدمی نتیجہ نکالتا ہے کہ یہ پانچوں انگلیاں گھی میں ہونے کے باوجود خسارے میں ہیں۔ عنقریب یہ حقیقت کھلنے والی ہے کہ ناجائز آمدنی کا حصول کسی قدر سنگین جرم اور گناہ ہے۔

میرے بیٹے نے رشوت لے لی

حضرت شریح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا اے قاضی! آپ کی عمر زیادہ ہو گئی، عظمت بکھر گئی آپ کی دانش و سمجھ کم ہو گئی اور آپ کے بیٹے نے رشوت لے لی۔" حضرت شریحؒ یہ سن کر فوراً حجاج کے پاس چلے گئے، اور جا کر کہا اے امیر! آپ مجھے (عہدے سے) معاف رکھیں، یعنی آپ مجھے قاضی کے عہدے سے معزول کر دیں۔ حجاج نے کہا کیوں؟ فرمایا میری عمر زیادہ ہو گئی میری عظمت کم ہو گئی اور میرے بیٹے نے رشوت لے لی۔ حجاج نے یہ سن کر آپ کو معزول کر دیا اور عہدہ قضا ابو بردہ بن ابی موسیٰ کے سپرد کر دیا اور ان کے ساتھ سعید بن جبیر کو بٹھایا۔

سنی سنائی بات پر کان نہ دھریے

ایک آدمی ابن ہبیرہؒ کے پاس آیا اور کہا۔ "اللہ پاک امیر کی اصلاح کرے۔ آپ کے موجودہ قاضی نے رشوت لے لی ہے۔"

ابن ہبیرہؒ نے کہا۔ "تجھ سے رشوت لے لی ہے"؟

اس نے کہا۔ "ہاں۔"

اس کے بعد ابن ہبیرہ نے ایک خوبصورت کپڑوں کا جوڑا منگوایا اور کہا تم یہ جوڑا قاضی کو بطور رشوت دو۔ میں دیکھتا ہوں کہ وہ قبول کرتا ہے یا نہیں؟

اس آدمی نے ایسا ہی کیا اور جا کر جوڑا ابن العدا قاضی کو دیا انھوں نے قبول کر لیا۔ جب ابن العدا وہ جوڑا پہن کر ابن ہبیرہ کی خدمت میں آیا تو انھوں نے ابن العدا کو معزول کر دیا۔

ابن ہبیرہ جانتے تھے کہ لوگ اکثر اوقات قاضی سے دشمنی رکھتے ہیں لہذا انھوں نے براہ راست فوراً قاضی پر کوئی نکیر نہ کی کیونکہ بسا اوقات قاضی سچا ہوتا ہے اور لوگ خواہ مخواہ اس کی شکایت کرتے پھرتے ہیں۔

اس لیے ابن ہبیرہ نے بڑی سمجھداری کا ثبوت دیتے ہوئے ایسا طریقہ اختیار کیا جو خاص ان ہی کی شان کے لائق تھا۔

سچی بات ہے کہ حاکم کا معاملہ جب حق تعالیٰ کے ساتھ درست ہو تو حق تعالیٰ اس کو ایسا راستہ سجھاتے ہیں کہ خود اسے اس کی خبر نہیں ہوتی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے "جس قوم میں رشوت عام ہو جاتی ہے اس قوم کا رعب اور دبدبہ چھین لیا جاتا ہے۔"

باقی سب اس کے تابع ہے

حضرت عمیر بن سعد جب ولایت حمص سے واپس لوٹے تو حضرت عمرؓ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

ان کے پاس سوائے ایک تھیلی، پیالے مشکیزے اور لاٹھی کے کچھ نہ تھا۔

حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا: آپ کو کیا ہو گیا؟ یہ کیسی حالت بنائی ہوئی ہے؟ کیا کچھ پاس نہیں ہے؟

حضرت عمیر بن سعد نے کہا کیا آپ نہیں دیکھتے کہ میرا بدن صحیح ہے اور میرے ساتھ دنیا کی ساری ضروریات ہیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: کیا ہے تمھارے پاس؟ انھوں نے عرض کیا ایک تھیلا ہے جس میں اپنا توشہ رکھتا ہوں، ایک بڑا پیالہ ہے جس میں اپنے کپڑے اور سر دھوتا ہوں، ایک مشکیزہ ہے جس میں میرے پینے کا پانی ہے اور ایک لاٹھی ہے کہ اگر کبھی دشمن سے سامنا ہو جائے تو اس کے ذریعے دفاع کرتا ہوں اور بقیہ جو کچھ ہے وہ سب اس کے تابع ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: "آپ ٹھیک کہتے ہیں۔"

بقیہ: شروع اللہ کے نام سے

کے شروع میں یہ الفاظ کہلوا کر انسان کو ایسا انسان بننے کی طرف متوجہ کیا ہے جو فرعون و نمرود نہیں بلکہ اللہ کا بندہ بن کر دنیا میں امن سے رہنا چاہتا ہو۔ اور اس طرح انسان کے ہر کام کو عبادت اور بندگی میں تبدیل کر دیا ہے۔

"رضوان" ہر مسلم گھرانے کی ضرورت ہے

سوال جواب

مفتی راشد حسین ندوی

س: نماز جنازہ کی تکبیرات میں بعض حضرات سر اوپر اٹھا لیتے ہیں۔ کیا اس کا کوئی ثبوت ہے؟

ج: اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے لہٰذا سر اوپر نہیں اٹھانا چاہیے۔

س: میری ایک بہن (شادی شدہ) کی مالی حالت بہت کمزور ہے، کیا میں زکوٰۃ کی رقم سے ان کی مدد کر سکتا ہوں؟ ایک بات یہ بھی پوچھنی ہے کہ اگر انھیں پتہ چل جائے کہ یہ رقم زکوٰۃ کی ہے تو شاید انھیں تردد ہو، تو کیا میں زکوٰۃ کا نام لیے بغیر انھیں یہ رقم دے سکتا ہوں۔

ج: آپ زکوٰۃ کی رقم سے اپنی بہن کی امداد کر سکتے ہیں اور یہ ظاہر کرنا بھی ضروری نہیں ہے کہ یہ رقم زکوٰۃ کی ہے۔

(شامی ۲/۶۲)

س: پنجہ والا خرگوش حلال ہے یا حرام؟ ہمارے یہاں مشہور ہے کہ خرگوش دو قسم کے ہوتے ہیں ایک کھری والا، یہ حلال ہے اور ایک پنجہ والا، یہ حرام ہے اور چونکہ یہاں پنجہ والا ہی دستیاب ہے اس لیے اس کا کھانا جائز نہیں؟

ج: ہر قسم کا خرگوش (چاہے کھری والا ہو یا پنجہ والا) حلال ہے لہٰذا آپ کے یہاں جو تفصیل مشہور ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ (شامی ج ۵ کتاب الذبائح)

س: کان میں تیل ڈالنے یا دریا وغیرہ میں غسل کرتے وقت ڈبکی لگانے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

ج: کان میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن پانی میں ڈبکی لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (ہندیہ ۱/۲۰۴)

س: مسجد میں اگر اتنی دیر کو پہنچ پائے کہ فرض نماز ہو چکی ہے اور امام نے تراویح پڑھانا شروع کر دیا ہے اس صورت میں کیا کرنا چاہیے، آیا پہلے اپنی فرض نماز پڑھ کر بعد میں تراویح میں شامل ہو یا پہلے تراویح میں شامل ہو سکتا ہے؟

ج: اس صورت میں پہلے فرض پڑھے اس کے بعد تراویح میں شامل ہو اور تراویح کی چھوٹی ہوئی رکعات وتر کے بعد پڑھے۔ (ہندیہ ۱/۱۱۵)

بقیہ: مجھوں کا گوشہ

فرعون اور ہامان کا ترکہ ہے یعنی ملک مصر اور میں ڈنک مارنے والی بھڑ نہیں بلکہ بے ضرر چیونٹی ہوں جسے لوگ پامال کر دیتے ہیں، خدا کا شکر ہے کہ مجھ میں لوگوں کو ستانے کی طاقت نہیں۔"

بقیہ: ازبکستان

ٹرائیکا تشکیل دیا ہے اس ٹرائیکا کی تشکیل اس خوف کی وجہ سے عمل میں آئی کہ کہیں اسلامی بنیاد پرست پورے وسطی ایشیا اور روس کے شمال تک اپنا اثر و رسوخ نہ پھیلا لیں۔ افغانستان میں طالبان کی حالیہ کامیابیاں اور خصوصاً ازبکستان اور تاجکستان کی جنوبی سرحدوں اور ترکمانستان کے مشرقی حصے کے قریب ملک کے شمالی علاقوں میں طالبان کی پیش قدمی بھی ان کے خوف میں اضافے کا اہم سبب ہے مگر فرغانہ کی وادی میں روزمرہ کی زندگی ان تمام فکروں سے آزاد ہے جہاں اکثر مساجد میں لوگ خوش ہیں

ازبکستان

جاگ اٹھا

ماسکو سے آزادی حاصل کرنے کے بعد یہاں مساجد اور دینی اجتماعات میں اضافہ ہو رہا ہے

روسی تسلط سے آزادی پانے والے وسطی ایشیائی ریاستوں میں اسلامی تحریک کے احیاء نے برسر اقتدار حکمرانوں کی راتوں کی نیندیں اڑا دی ہیں، ان ریاستوں میں اسلام پسند قوتوں کے غلبے پر ازبکستان تاجکستان اور کرغیزستان کے حکمراں طبقوں میں واضح طور پر بے چینی کی لہر پائی جاتی ہے خصوصاً ازبکستان میں ایسی قوتوں پر کڑی نظر رکھی جا رہی ہے جن سے مسلم انتہا پسندی کی بو آ رہی ہو۔ اس ضمن میں قابل ذکر بات ازبک حکومت کا جاسوسی کا نیٹ ورک ہے جو بالکل ان ہی خطوط پر کام کرتا ہے جن پر یہ روسی تسلط کے زیر اثر عمل پیرا تھا۔ ازبک انتظامیہ کا یہ حال ہے کہ ریاست کے چپے چپے پر موجود سرکاری مخبروں کو مقامی مساجد اور علماء کی خبر گیری پر مامور کر دیا گیا ہے جو دن رات ان سے سائے کی طرح چمٹے رہتے ہیں۔ ازبکستان کے ایک قصبے مرگلان میں سیکورٹی کی سختی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جوں ہی قصبے کی سب سے بڑی مسجد کے پیش امام صابر ذہان ایمینوف کے ایک مغربی صحافی سے انٹرویو کے لیے رضامند ہونے کی سن گن مرگلان کے مقامی حکام کو ملی، فوری طور پر انتظامیہ کے مخبر اس انٹرویو کی تفصیلات جاننے کے لیے سرگرم ہو گئے، چنانچہ نماز جمعہ سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے جب صابر ذہان ایمینوف وعدے کے مطابق انٹرویو دینے کے لیے پہنچے تو ان کے ہمراہ دو جوان آدمی بھی تھے جنھوں نے خود کو مرگلان کے میئر کے آدمی بتایا۔ اس پر قریب سے کسی گزرنے والے نے جملہ کسا: "جنھیں کے جی بی بھی سمجھ سکتے ہیں۔"

ظاہر ہے یہ دونوں امام صاحب کے انٹرویو میں مدد کرنے نہیں آئے تھے بلکہ ہونے والی گفتگو حکام بالا تک پہنچانے آئے تھے۔ مسجد سے ملحقہ ایک چھوٹے سے دفتر میں مخبروں نے کاغذات چیک کیے اور ازبک دارالحکومت تاشقند فون کر کے تصدیق کرنے کے علاوہ انٹرویو کی نوعیت کے متعلق تفصیلی سوالات پوچھے۔ بالآخر ہر طرح سے مطمئن ہونے کے بعد انھوں نے ایمینوف کو بات کرنے کی اجازت دی لیکن اس سے پہلے وہ انھیں سرگوشیوں میں ضروری ہدایات گوش گزار کرنا نہیں بھولے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ۲۳ ملین نفوس کی سب سے زیادہ آبادی والی وسطی ایشیائی ریاست ازبکستان میں حکام کی ہر شعبۂ زندگی میں مداخلت نئی نہیں ہے، صدر اسلام کریموف کے سخت دور میں حکومتی اہل کار ہر سطح پر ازبکوں اور غیر ملکیوں پر کڑی نگاہ رکھنا اپنا فرض سمجھتے ہیں اور جب بات مذہب کی ہو اور وہ بھی گنجان آباد وادی فرغانہ کی جہاں مرگلان واقع ہے تو وہ اور بھی محتاط رہتے ہیں۔

وادی فرغانہ مشرقی ازبکستان، شمالی تاجکستان اور کرغیزستان کے ایک سرے پر محیط ستر لاکھ افراد کا وطن ہے جس کے باعث اسے وسیع و عریض وسطی ایشیائی خطے کا گنجان آباد علاقہ کہا جاتا ہے یہ نہایت زرخیز زمین بھی رکھتی ہے جس کا مطلب یہ ہے

کرتیان شین رینج سے شمال اور جنوب تک یہ زرعی خطہ زیادہ تر پرانے روس کی کپاس، گندم، پھلوں اور سبزیوں کی ضروریات کو پورا کررہا ہے۔ یہاں ازبکوں، تاجکوں، کرغزوں اور روسیوں کے درمیان نسلی منافرت کے نتیجے میں اکثریت کا معیار زندگی پست ہے فرگانہ میں کھیتوں میں کپاس چننے والے کارکن بلیک مارکٹ ریٹ پر بمشکل ۸ ڈالر ماہانہ کماپاتے ہیں۔ روسی قبضے سے چھٹکارا ملنے کے بعد سے ہی اس خطے میں مذہبی بے داری کی شرح بہت نمایاں رہی ہے۔ ۱۹۹۱ء میں ماسکو سے آزادی حاصل کرنے کے بعد یہاں مساجد اور مسلم اجتماعات میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ ایمنوف کے مطابق آزادی سے قبل عبادت کے لیے آنے والے لوگوں کی تعداد بہت کم تھی ان کی مسجد ان چند ازبک مسجدوں میں سے ایک تھی جسے روسی دور میں پابندی کا نشانہ نہیں بنایا گیا۔ تاہم حکام اس پر مسلسل نظریں رکھے ہے۔ کم و بیش یہی صورت حال آج بھی یہاں دیکھی جاسکتی ہے۔ بس فرق اتنا ہے کہ اس دور میں صرف عمر رسیدہ لوگ ہی عبادت کے لیے آتے تھے لیکن اب یہاں ہر عمر کے افراد دیکھے جاسکتے ہیں جمعہ کے اجتماعات میں یہاں پانچ ہزار سے سات ہزار کے درمیان نمازی آتے ہیں جو اس خطے میں مذہبی بے داری کا ثبوت ہے۔

امام ایمنوف کے مطابق یہاں فرغانہ کی وادی میں ازبکستان کے دیگر حصوں کے مقابلے میں مذہب کو زیادہ سنجیدگی سے لیا جاتا ہے یہی نہیں یہاں مذہب سے عقیدت رکھنے والوں کی تعداد بھی دوسری جگہوں سے زیادہ ہے۔ غالباً یہی وہ حقائق ہیں جنھوں نے صدر اسلام کریموف کو پریشان کر رکھا ہے کریموف کے لیے یہ اس لیے بھی باعث تشویش ہے کہ سابق روسی جمہوریہ میں ۱۹۹۱ میں کمیونسٹ پارٹی کے اس سے ڈیموکریٹک رہنما کے طور پر پٹری بدلنے تک انھیں بہت کم مخالفت کا سامنا کرنا پڑا حالانکہ مساجد میں عبادت کرنے والے نمازیوں کی طرف سے کسی ایسی انتہا پسندی کا مظاہرہ نہیں ہوا جس سے انھیں کوئی خوف محسوس ہو۔ اس کے بجائے وہ ریاست کو مستحکم دیکھنا چاہتے ہیں اور ان کا مقصد قطعاً کوئی مقدس جنگ چھیڑنا اور ریاست کو کمزور کرنا نہیں ہے وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ انھیں آزادی کے ساتھ عبادت کرنے دی جائے لیکن صدر اسلام کریموف کی حکومت ان سے اس حد تک خائف ہے کہ وہ انھیں تشدد مذہبی ٹولہ قرار دینے پر مصر ہے اس کے خیال میں یہ تشدد لوگ اپنی راہ نکالنے کے لیے مذہب کو محض استعمال کر رہے ہیں خصوصاً گزشتہ دسمبر میں اس واقعے کے بعد سے کریموف کے حالات پر گہری نظر ہے۔ جب نمنگان کے علاقے میں چار پولیس والے مارے گئے تھے۔ نمنگان بھی وادی کا ایک اور اہم مذہبی مرکز ہے۔ ان اموات کی ذمہ داری اسلامی انتہا پسندوں پر عائد کی گئی اور ردعمل کے طور پر سینکڑوں مشتبہ افراد کو فوری طور پر حراست میں لے لیا گیا۔ حکام نے مقدمات چلائے جن کے نتیجے میں اکتیس سالہ طالب علم عماد ذاتوف کو موت کی سزا سنائی گئی جس نے حکام کے مطابق مذہبی مقاصد کے لیے ۸ افراد کو قتل کرنے کا اعتراف کیا تھا۔ اس تمام عرصے کے دوران انسانی حقوق کی تنظیمیں برابر شکایت کرتی رہیں کہ اکثر گرفتاریاں ظالمانہ تھیں اور یہ کہ لوگوں کو ابھی تک کسی قصور کے بغیر پکڑا جارہا ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس کریک ڈاؤن کا مقصد اگلے پارلیمنٹری انتخابات سے قبل مذہبی انتہا پسندوں کو ایک سیاسی طاقت بننے سے روکنا ہے۔

صدر اسلام کریموف اور تاجک صدر امام علی رکمونوف شبہ ظاہر کرتے ہیں کہ ان ریاستوں میں مذہبی بے داری کے پیچھے ایران، افغانستان اور پاکستان کا ہاتھ ہے جہاں مسلم انتہا پسندوں کی تربیت کے لیے کیمپ قائم کیے گئے ہیں اور یہاں سے تربیت حاصل کرنے والوں سے ان ریاستوں کے استحکام کو سخت خطرہ ہے۔

سابقہ روسی ہمسایوں نے روس کے ساتھ مل کر بنیاد پرستی کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک

یورپ میں عیسائیت دم توڑ رہی ہے

مولانا شمیر الدین قاسمی، برطانیہ

رسالوں اور اخباروں کے ذریعے اس خبر کو سن کر میں حیران رہ گیا کہ مدر ٹریسا نے موت سے کچھ دن قبل یہ کہا تھا کہ پچاس سال کے اندر بنگلہ دیش میں عیسائیوں کی آبادی مسلمانوں کے قریب ہو جائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بنگلہ دیش ہندستان اور پاکستان وغیرہ میں عیسائی مشنریاں' عیسائیت پھیلانے کے لیے بے پناہ کام کررہی ہیں اور غریب اور جاہل عوام کو help اور مدد کے نام سے بے پناہ دولت تقسیم کررہی ہیں اور عیسائیت کے فضائل ومناقب صداقت وسچائی بیان کرنے میں انتھک کوشش کی جارہی ہے اور نا آشنا لوگوں کو باور کرایا جارہا ہے کہ موجودہ عیسائیت تمام مذاہب سے افضل اور زندگی کے تمام مراحل کا حل ہے۔

لیکن عیسائیت کے علمبردار اور نسبی عیسائی ملکوں پر نگاہ ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ یہ ممالک عیسائیت کے نام سے بیزار ہو چکے ہیں۔ وہ ان تحریف شدہ اوہام پر اعتقاد نہیں رکھتے اور نہ اپنی زندگی میں لانا چاہتے ہیں وہ صرف خانہ پری کے طور پر خود کو عیسائی کہتے ہیں یا اسلام دشمنی میں عیسائیوں کی صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں ورنہ عملی زندگی میں عیسائیت سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ عبادت ہو یا معاملات' ازدواجی زندگی ہو یا معاشرتی معاملات کسی گوشے میں عیسائیت کی کوئی ادنیٰ علامت نظر نہیں آتی۔

البتہ ایک موقع پر عیسائیت کا چرچا خوب کرتے ہیں اور ہر آدمی دھوم دھام اور ذوق وشوق سے اس میں حصہ لیتا ہے اور وہ ہے کرسمس تہوار اور کرسمس کی چھٹیاں، ۲۵ دسمبر کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا دن مانا جاتا ہے اور اس خوشی میں پورے یورپ میں دو ہفتے کی چھٹی لازمی طور پر دی جاتی ہے اس تہوار کو ہر عیسائی خوب مناتا ہے ہر آدمی ہزاروں پونڈ خرچ کرتا ہے ڈانس اور رقص کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں۔ شراب کا دور چلتا ہے اور نشے میں دھت ہو کر جو جس کی باہیں پکڑ لے اس کی کھلی اجازت ہوتی ہے۔ ان راتوں میں پاک دامن شوہر بھی اپنی بیوی کو دوسرے کے یہاں رات گزارنے سے اور ان کے ساتھ رنگ رلیاں کرنے سے معاشرتی طور پر نہیں روک سکتا۔ چونکہ یہ راتیں بڑی بہاریں لے کر آتی ہیں اور مذہب کے سائے میں جوان ہوتیں اور پھلتی پھولتی ہیں اس لیے مذہبی عیسائی بھی ان راتوں کے انتظار میں دن گنتے رہتے ہیں پروگرام بناتے ہیں اور مہینوں پہلے سے ان حیا سوزیوں کی تیاری شروع کر دیتے ہیں۔

دیکھو رنداں خوش انفاس کہاں تک پہنچے؟

رسمی عبادتیں تو کچھ ہی لوگ کرتے ہیں۔ تعریف عیسیٰ علیہ السلام میں کچھ گیت گا لیے کچھ نصیحتیں سن لیں اور کچھ ساز بجا کر دل کو باغ وبہار بنا لیا ورنہ تو عمومی طور پر ان حیا سوز حرکتوں اور پروگراموں کا نام ہی عیسائیت رہ گیا ہے۔

بلبل ہمہ تن خون شد و گل شد ہمہ تن خاک
وائے بہارے گر ایں است بہارے

چرچ ویران ہو گئے

یورپ میں اکثریت عیسائی مذہب سے تعلق رکھتی ہے لیکن یورپ کے ممالک میں عیسائیت کے کھوکھلا پن کا اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہر شہر میں درسیوں ملک بوس چرچ کھڑے ہیں لیکن ان میں سے ۸۰ فی صد ویران ہیں کوئی دس سال سے بند ہے کوئی بیس سال سے بند ہے کوئی فروخت کے لیے پیش ہے اور کوئی اپنی ویرانی پر گریاں کناں ہے تو کوئی برسوں سے کسی عابد کے انتظار میں آنسو بہا رہا ہے۔

تثلیث کا اعتقاد جائز اور فطری باتوں پر بے جا پابندی بلکہ تشدد اور سختی سے متنفر ہو کر جوان اور ادھیڑ عمر طبقہ چرچ میں نہیں آتا وہ دیکھتے ہیں کہ چرچوں میں کوئی خاص عبادت نہیں ہوتی صرف چند گیت اور چند پروگرام ہوتے ہیں اس کے بجائے غیر شرعی باتوں کا عام رواج ہے اس لیے وہ نام نہاد عیسائیت کے زیادہ گرویدہ نہیں ہوتے اور اپنے قیمتی اوقات کو چرچوں میں ضائع نہیں کرتے۔

میں دم بخود ہوں کہ یورپ کے عوام جو عیسائیت کے علمبردار ہیں اور اس کی اشاعت کے لیے بھاری رقم صرف کرتے ہیں جب وہ خود عیسائیت پر عمل نہیں کرتے اور اس کو پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر ایک گوشے میں رکھ دیا ہے تو برصغیر کے عوام اور خاص طور پر مسلمان جن کے پاس سچا مذہب ہے اور قرآن جیسی روشن کتاب موجود ہے وہ فرسودہ عیسائیت کو کیسے قبول کر رہے ہیں وہ الٰہی اور سچے مذہب کو چھوڑ کر ان چند دیومالائی اعتقاد کو کیسے اپنا رہے ہیں اور آخرت کے خسران کو کیوں مول لے رہے ہیں؟

عیسائی برصغیر پر کیوں محنت کرتے ہیں؟

عیسائی پادری اپنے ملکوں پر مذہبی محنت چھوڑ چکے ہیں بلکہ یوں کہیے کہ عاجز آ چکے ہیں وہ ان ملکوں کے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں پر محنت کا مظاہرہ نہیں کرتے اور نہ ان کو کوئی خاص ترغیب دیتے ہیں تو آخر برصغیر کے مسلمانوں اور غیر مسلموں پر اتنی محنت کیوں کر رہے ہیں؟

اس کی ایک بڑی وجہ تو یہ ہے کہ وہاں کے پادری صاحبان یورپ سے ملنے والی بڑی تنخواہوں کے لالچ میں یہ محنت کرتے ہیں اگر وہ محنت نہ کریں تو ان کو نہ ترقی ملے نہ انعام ملے اور نہ بھاری رقم کی تنخواہ ملے اس لیے ان عہدوں کے حصول میں پوری محنت کرتے ہیں اور عیسائیت کا جال پھیلا کر انعام حاصل کرتے ہیں ورنہ آخر کیا وجہ ہے کہ گھر کے نوجوان مذہب سے برگشتہ ہو رہے ہیں؟ وہ ان پر کوئی محنت نہیں کرتے اور باہر کے لوگوں پر بے انتہا محنت کر رہے ہیں اور دولت کے دریا بہا رہے ہیں۔

میرا اندازہ یہ ہے کہ پادری صاحبان خود بھی تثلیث کی بھول بھلیوں سے اتنے مطمئن نہیں ہیں جتنا ہونا چاہیے۔ اسی طرح جب وہ بائبل کے مختلف نسخوں کا مطالعہ کرتے ہیں اور ایک نسخہ دوسرے مختلف پاتے ہیں تو تحریف کی واضح علامت سے شرما جاتے ہیں اور لوگوں کے سامنے زوردار ترغیب دینے سے ہچکچاتے ہیں۔

یورپ کے اکثر ملکوں میں خیراتی نظام charity قائم ہے اسی طرح کوئی لاوارث آدمی مر جائے تو اس کے بینک کی رقم اور دیگر جائداد بھی چیرٹی کو ملتی ہے اور چیرٹی اپنی صوابدید پر اس کو مذہبی امور اور رفاہ عامہ کے کاموں میں خرچ کرتی ہے۔ پورے ملک کی جمع شدہ ٹیکس رقم وغیرہ بہت زیادہ ہوتی ہے اس لیے اس کو بھی غریب اور نادار ممالک کے عوام پر خرچ کیا جاتا ہے اور مدد کے نام پر اس کو تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس تقسیم کے ساتھ ان کا نظریہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ عوام کو عیسائی مذہب میں تبدیل کر دیا جائے یا کم از کم اسلام سے برگشتہ کر دیا جائے تاکہ یورپ کی عیسائیت کا ان کو ہمنوا بنایا جا سکے۔ برصغیر میں ان کی

(باقی صـ پر)

عائشہ جمال

داغ دھبے دور کرنے کے ٹوٹکے

سالن کے داغ

سالن کے داغ کو اگر فوراً گرم پانی اور سرف سے دھو لیا جائے تو صاف ہو جاتا ہے۔ ہلدی کا جو نشان رہ بھی جائے تو دھوپ اسے اڑا دیتی ہے لیکن ایسا کپڑا جسے دھونا ممکن نہ ہو یعنی کوئی ریشمی قیمتی نیا لباس ہو تو پھر آپ یوں کریں کہ داغ والی جگہ پر روئی سے تھوڑا سا صاف پٹرول یا اسپرٹ لگائیں اور پھر ٹالکم پاؤڈر یا بوریکس پاؤڈر چھڑک دیں کچھ دیر بعد پاؤڈر جھاڑ دیں اور داغ والی جگہ کو نرم برش یا کپڑے سے صاف کر لیں داغ کا نشان تک نہیں ملے گا۔

زنگ کے داغ

اگر کبھی کسی کپڑے پر زنگ کا داغ لگ جائے تو لیموں کاٹ کر اس پر نمک چھڑکیں اور داغ والی جگہ پر رگڑیں خشک ہونے پر سرف اور پانی سے دھو لیں۔

داغ پرانا ہو تو چاول ابلنے کے بعد جو پیچ نکلتی ہے گرم گرم کھولتی ہوئی پیچ میں داغ والا حصہ ڈبو دیں اور گھنٹے بھر کے لیے دوبارہ رہنے دیں داغ صاف ہو جائیگا۔

گھاس کے داغ

مٹی کا تیل روئی سے لگا کر یہ داغ صاف کر لیں اسپرٹ سے بھی یہ داغ صاف ہو جائے گا۔

پان کے داغ

۱۔ پان کے داغ پر گندھک کا دھواں دیں۔
۲۔ داغ پر چونا لگا کر رکھ دیں، اگلے روز دھو لیں۔
۳۔ داغ پر پیاز رگڑیں۔
۴۔ داغ پر کچا امرود رگڑ دیں۔
۵۔ دودھ میں ملنے سے بھی یہ داغ دور ہو سکتا ہے۔